Reg: PCPB/458-S
NPR-295

صوت النجف

یا قائم آل محمد ادرکنی

بانی: مرجع مسلمین و جہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمی الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف

ماہنامہ علمی سماجی ماہِ شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ شمارہ ۶۸

5 غیبتِ امام علیہ السلام میں ہماری ذمہ داری

6 کیا امام مہدی علیہ السلام سے رابطہ ممکن ہے؟

7 امام مہدی علیہ السلام کتب اہل سنت میں

8 امام مہدی علیہ السلام کی ولادت ایک یقینی مسئلہ

10 ہمارے امام علیہ السلام ہم سے غائب کیوں ؟

13 عدلِ الٰہی کا عقیدہ مہدویت سے تعلق

17 کردار سازی (حصہ دوم)

20 مرجع عالی قدر دام ظلہ سے پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات

بانی

سماحۃ آیۃ اللہ العظمیٰ المرجع الدینی الکبیر الشیخ بشیر حسین النجفی

مدیر اعلیٰ

جناب نصیر الدین

نائب مدیر اعلیٰ

حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ علی النجفی

انتظامی مدیر

مولانا قیصر عباس

معاونین:

مولانا سید محمد علی ہمدانی

مولانا محمد مجتبیٰ نجفی

مولانا محمد تقی ہاشمی

فوٹو گرافر

سید محمد حسین

رسالے کی سالانہ ممبر شپ حاصل کرنے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔

00923125197082

اپنی تجاویز دینے کے لئے ہمیں ای میل کریں۔

Email:m.urdu@alnajafy.com

009647807363942

صوت النجف کو مقالات و تحریروں میں تدوین و ترمیم کا مکمل اختیار ہے ۔

مرجع مسلمین و جہانِ تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ

الحاج حافظ بشیر حسین نجفی

دام ظلہ الوارف

کی

نصیحت

غَیبتِ امام علیہ السلام میں ہماری ذمہ داری

غیبتِ کبریٰ کے دوران دینی طلبا، علما ، مفکرین ، مصنفین ، مؤلفین ، واعظین اور میدانِ خطابت میں یدِطولیٰ رکھنے والوں پر بہت ساری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، یہ بات کسی سے بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ آج کے اس موجودہ دور میں انسانیت اور خصوصاً اسلام اور مسلمانوں کی جو حالت ہم دیکھ رہے ہیں وہ اس وقت سے قطعاً بہتر اور مختلف نہیں ہے جس وقت غیبتِ کبریٰ رونما ہوئی تھی، آج بھی لوگ اسی طرح دنیا کی محبت میں غرق ہیں جیسے پہلے تھے ، مفہومِ ایمان اُس دور کی طرح آج بھی روح کی گہرائیوں میں نہیں اتر پایا ، آج بھی دین اُسی طرح فقط لوگوں کی زبان تک محدود ہے جیسے پہلے تھا، جس طرح پہلے تمام ممالک ظالموں اور جابروں کے زیرِ قبضہ تھے اسی طرح آج بھی ہیں، ظلم و جور اور اقرباء پروری عام ہے، وہ لوگ جو اپنے آپ کو مؤمن کہتے ہیں ان کے دل حقیقتِ ایمان سے خالی نظر آتے ہیں اور سوائے چند افراد کے تقریباً سارے ہی نفوس انتہائی رذیل برائیوں میں مبتلا ہیں جن برائیوں میں حسد اور بغض وغیرہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، بلکہ بعض برائیاں تو ایسی ہیں جو گناہانِ کبیرہ مثلاً غیبت ، چغل خوری اور حبِ جاہ وغیرہ سے بھی بڑی ہیں، اور ان تمام برائیوں کی جڑ اور بنیاد فقط دنیا کی محبت ہے۔

پس ہمیں شاذو نادر ایسے لوگ مل پائیں گے جو حقیقی معنوں میں مؤمن اور دین سے مخلص ہیں ، اور اسلام کی صحیح خدمت کر رہے ہیں، اگر آپ کسی گروہ یا تنظیم وغیرہ کو کلمۂ حق کی ترویج و اشاعت کرتے دیکھتے ہیں تو قریب جانے پر اس کی حقیقتِ حال یوں آشکار ہوگی کہ آپ اس کے قریب ٹھہرنا بھی گوارہ نہیں کریں گے، اور اس سے یوں دور بھاگیں گے جیسے کوئی شیر ، سانپ یا بچھو وغیرہ سے دور بھاگتا ہے۔

اسی بنا پر دینی طلباء اور علماء پر واجب ہے کہ وہ اپنے آپ کو واجبِ الٰہی (امر بالمعروف و نہی عن المنکر) اور اپنی ذمہ داری کو ادا کرنے کے

لیے تیار کریں،اور ان پر واجب ہے کہ وہ انقلابِ امام مہدی علیہ السلام کی ضرورت کے بیان اور اس کی تشریح و توضیح کے ذریعے ثقافتِ مہدویہ علیہ السلام کو استحکام بخشیں ، جب لوگوں کو ہدایتِ مہدی علیہ السلام کے زیر سایہ دنیا میں رونما ہونے والے حالات و واقعات اور حقیقتِ مہدی علیہ السلام کے بارے میں بتایا جائے گا تو اس کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں امام علیہ السلام کے لیے اشتیاق پیدا ہوگا اور ان کا امام علیہ السلام سے تعلق زیادہ سے زیادہ گہرا ہوتا چلا جائے گا۔

جس طرح دینی طلباء اور علماء پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے اسی طرح مؤمنین میں سے ہر ایک پر واجب ہے کہ جس حدتک اس کے لیے ممکن ہو اور جتنی اس میں صلاحیت ہو انتظار کے حقیقی مفہوم کو فروغ اور استحکام دینے کی کوشش کرے اور جہاں تک ہوسکے لوگوں کو اس بات سے آگاہ کرے کہ انھیں زمانۂ غیبت میں کیا کرنا چاہیے اور کس چیز کا حصول و سعی اس وقت ان پر واجب ہے۔

اس طرح سے ہم تمام میدانِ عمل میں آجائیں گے، اور اس حوالے سے سستی ، کاہلی اور ایک دوسرے پر ذمہ داری عائد کرنے سے بچ جائیں گے، اور برائیوں کی دعوت دینے والے نفسِ امارہ سے حقیقی معنوں میں نبرد آزما رہیں گے، اور یہی وہ چیز ہے جس کے ذریعے نفوس اللہ تعالی کی عظیم نعمت یعنی ظہورِامام المنتظر عجل اللہ فرجہ الشریف کے استقبال کے لیے تیار ہوتے ہیں۔

جس طرح مشرق سے لے کر مغرب تک پوری دنیا میں انقلابِ مہدی علیہ السلام برپا کرنے کے لیے راستہ ہموار کرنا واجب ہے اسی طرح ہم پر واجب ہے کہ پہلے اپنے اندر ایسی صلاحیت پیدا کریں کہ ہم نفسیاتی طور پر انتظار کے حقیقی مفہوم کو اپنا سکیں ، دوسری جانب باقی افراد کو اپنے دینی فرائض کی ادائیگی اور اجتماعی طور پر ان کے رائج کرنے کی ترغیب دیں ، اور جس حد تک ممکن ہو دینی شعائر کو فروغ اور رواج دیا جائے، مثلاً نماز جماعت وغیرہ ،اگر مسجد میں جانا مشکل ہوتو اھل و عیال کے ساتھ گھر میں نماز جماعت کا اہتمام کیا جائے، اور اسی طرح مشہور اور آسان معانی و تعبیرات پر مشتمل دعاؤں کے اجتماعی پروگرام منعقد کیے جائیں، تاکہ ان دعائوں کی عام فہم تعبیرات اور ان کے معانی معمولی سی توجہ سے ہی دل اور روح کی گہرائیوں میں اترتے چلے جائیں، مثلاً وہ دعا پڑھی جائے جو حضرت امیرالمؤمنین علی ابن ابی طالب علیہماالسلام نے اپنے عابد و زاہد شاگرد حضرت کمیل بن زیاد کو تعلیم فرمائی، اسی طرح وہ دعا جس کی تلاوت حضرت سیدالشہداء امام حسین علیہ السلام نے عرفہ کے دن فرمائی تھی ، یا دعائے ندبہ کو اجتماعی طور پر پڑھنے کا اہتمام کیا جائے تاکہ ایک طرف تو اس کے ذریعے ہم اپنے وظیفہ اور ذمہ داری کو ادا کرسکیں اور دوسری طرف اس کے ذریعے لوگوں کو اپنی اور دوسروں کی اصلاح کی طرف متوجہ کیا جاسکے، اور تیسری طرف اس انقلابِ مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کے لیے راہ ہموار کی جاسکے جس انقلاب کا ہر کوئی منتظر ہے۔

لیکن یہ کام انتہائی مشکل اورپُر تھکن ہے، اور اس کا راستہ بھی بہت طویل اور رکاوٹوں سے بھرا ہوا ہے اور یہ سب کچھ فقط اس وجہ سے ہے کہ ہم اس کام کے لیے درکار بنیادی چیزوں کو کھو چکے ہیں، سستی و کاہلی دینی طلباء کے نفوس میں گھر کرتی جارہی ہے، محنت سے فرار اور آرام پرستی سے پیدا ہونے والی سستی کے نتیجہ میں اب سطحی قسم کی تعلیم و تدریس کو ترجیح دی جاتی ہے۔یہ تو خیر بات تھی حوزہ میں موجودہ ماحول اور رجحانات کے بارے میں، لیکن ہمارے علماء (خدا ان کی مدد کرے) اصلاح نفوس کے حوالے سے بہت فکر مند اور میدانِ عمل میں کوشاں ہیں لیکن یہ مسئلہ ہمارے تصور سے بھی کہیں بڑا اور پیچیدہ ہے۔

اور جہاں تک بات ہمارے نوجوان طبقہ کی ہے وہ تو بس بے فکر ہواؤں میں سیر کرتا پھرتا ہے، نوجوان اپنی اس عجیب فکری نہج کے باوجود بھی اصلاحی پہلو کی طرف توجہ نہیں دے رہے ہیں، شاید وہ اس بارے میں علماء اور مجتہدین کی طرف سے کسی معجزہ کے منتظر ہیں ، نوجوانوں کی جب ہم یہ حالت دیکھتے ہیں تو ہمیں ان کے حال پہ رونا آتا ہے، پس ہمارے لیے واجب ہے کہ ان کے حال پہ رحم کرتے ہوئے ان کی طرف مکمل توجہ دیں۔

باقی رہے تعلیمی ادارے ، اسکول ، کالج اور یونیورسٹیاں وغیرہ تو ان کا ماحول دیکھنے کے بعد ان پہ تو بدرجہ اولیٰ آنسو بہانے کو جی چاہتا ہے ، کیونکہ ان اداروں میں پڑھنے والے طلباء کا مقصد فقط ڈگری اور بعد میں کسی نوکری کا حصول ہوتا ہے ، بہت ہی کم ایسے طلاب ہوتے ہیں جو اس لیے پڑھتے ہیں تاکہ اپنی قوم کو مغرب کی غلامی سے آزاد کرایا جاسکے،شاذ ونادر ہی کوئی ایسا طالب علم ملتا ہے جو اسلامی ممالک اور ان سے وابستہ امور کی باگ ڈور واپس اپنے ہاتھوں میں لینے کے بارے میں سوچتا ہو یا تعلیمی میدان میں اس لیے محنت کرتا ہو تاکہ اپنی قوم کو خود کفالت کی منزل تک پہنچائے ۔

ناجانے کب ! وہ سورج طلوع ہوگا جو ظلمتوں سے بھری اس تاریک شب کا خاتمہ کر ڈالے اور مشرق سے لے کر مغرب تک پھیلی ہوئی اسلامی دنیا کو اس عظیم مشکل ومصیبت سے نجات دلوادے۔

ناجانے کب! ہمارے نوجوان تمام علوم پر عبور حاصل کرنے کے لیے تعلیمی میدان میں سخت محنت کریں گے تاکہ اس کے ذریعے سے پوری دنیا پر قبضہ کیا جاسکے یا کم از کم اسلامی ممالک کو ہی متکبر اور خود غرض طاغوت کے چنگل سے نجات دلائی جاسکے۔

کیا یہ رونے کا مقام نہیں کہ ہم کو پتہ ہی نہیں ہے کہ ہم اپنے وسائل وذخائر کو کس طرح استعمال کریں ، اور کس طرح ان سے فائدہ حاصل کریں ۔

اس سے بڑھ کر بھی کوئی افسوس کی بات ہو سکتی ہے کہ ہم ہر قسم کی معدنیات ، تیل اور زرخیز زرعی زمینوں کے مالک ہیں لیکن ہمیں تیل نکالنے کا طریقہ تک نہیں آتا اور نہ ہم اس کے عناصر کو پہچان کر ایک دوسرے سے تمیز دے سکتے ہیں۔

کیا یہ شرم کی بات نہیں کہ ہمارے نوجوانوں میں سے اگر کوئی کمپیوٹر کے کی بورڈ پر ہاتھ چلانا سیکھ لے یا اسے انٹرنیٹ اور موبائل کے ذریعے کسی سے بات کرنا آجائے تو وہ اس پہ بہت فخر محسوس کرتا ہے، اور اسے ذرا بھی احساس نہیں ہوتا کہ فخر کرنے کا اسے حق حاصل نہیں جو فقط یہ جانتا ہے کہ ٹیلی فون پہ کیسے بات کی جاتی ہے، بلکہ فخر کرنے کا حق تو اسے ہے جس نے اسے بنایا اور ایجاد کیا ہے اور اپنی اس ایجاد اور صناعت کے ذریعے پوری دنیا کو اپنا محتاج اور غلام بنا لیا ہے۔

یونیورسٹیوں کے طلباء اور مدرسین سے ہونے والی تمام ملاقاتوں کے دوران ہم نے یہ محسوس کیا ہے کہ وہ ان معانی اور مقاصد سے بہت دور ہیں ،بلکہ ان باتوں کے بارے میں انہوں کبھی سوچا بھی نہیں ہے، شاید وہ مراجع عظام اور مجتہدین کی طرف سے کسی ایسی کرامت کے انتظار میں ہیں کہ جو ناممکن کو پلک جھپکتے ہی ممکن بنا دے۔

اے میرے مؤمن بھائی! اس بات کو ذہن نشین کرلو کہ تم امام المنتظر علیہ السلام (ہماری جانیں ان پر قربان ہوں)کے جلد ظہور کی خواہش اور اشتیاق تو رکھتے ہولیکن اگر تم کبھی اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو تو تمہیں علم ہو گا کہ تم دنیا کے طمع اور وقتی راحت و سکون کے حصول کی خاطر امام المنتظر عجل اللہ فرجہ کے ظہور کا انتظار کرتے ہو کیونکہ تم نے کہیں سے سن یا پڑھ رکھا ہے کہ امام الحجۃ (عجل اللہ فرجہ) کی حکومت کے زیر سایہ پوری زمین کو عدل الٰہی سے بھر دیا جائے گا۔

اے بندۂ مؤمن تم خوابِ غفلت میں ہو، تم بغیر کسی حرکت و کوشش کے راحت و سکون کے وسائل حاصل کرنا چاہتے ہو،لیکن زمانۂ ظہور میں قطعاًایسا نہ ہوگا بلکہ حضرت امام الحجۃ (عجل اللہ فرجہ) اپنے جدِ امجد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح ہم سے جُہد ،عمل اور سعی کا مطالبہ کریں گے۔

اے مؤمن یاد رکھو کہ جو اپنے نفس کی اصلاح نہیں کرتا عدل اس پر بہت گراں گزرتا ہے، پس ہم پر واجب ہے کہ سب سے پہلے اپنے نفس کی اصلاح کریں اور پھر دعا میں غور وفکر اور پوری دنیا میں عدل و انصاف پھیلانے کی کوشش کریں۔

(عجل اللہ فرجہ)

کیا امام مہدی علیہ السلام سے رابطہ ممکن ہے؟

مرجع مسلمین وجہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ

الحاج حافظ بشیر حسین نجفی

دام ظلہ الوارف

امام مہدی علیہ السلام سے رابطہ ممکن ہے، اور شریعت نے بھی ہم سے اس کا مطالبہ کیا ہے، کیونکہ آخر وہ ہمارے زمانہ کے امام ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق (یوم ندعوا کل اناس بامامھم، یعنی قیامت کے دن ہم ہر شخص کو اس کے امام کے ساتھ پکاریں گے) ہم قیامت کے دن انہی کی قیادت میں محشور ہوں گے اور ہم انہی کی رعیت میں زندگی بسر کر رہے ہیں، اور ہم تمام مومنین انہی کی برکت اور دعا کے صدقہ میں مسلمان ہیں اور اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، بلکہ انہی کی برکت سے زمانے کو رزق ملتا ہے، اور انہی کے صدقے زمین و آسمان قائم ہیں، حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں ''ان اہل بیتی امان لاہل الارض کما ان النجوم امان لاہل السماء ، ترجمہ: جس طرح ستارے آسمان والوں کے لیے امان ہیں اسی طرح میرے اہل بیت زمین والوں کے لیے باعثِ امان ہیں ''

ہمارے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ امام علیہ السلام سے ظاہری طور پر رابطہ منقطع ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ان سے جاری فیض کے چشمے بھی رک چکے ہیں اور ان کی طرف سے ہمارے اوپر لطف و کرم کی بارش بھی بند ہو چکی ہے، نہیں، ایسا ہرگز نہیں ہے، یہ چیز کریم اور سخی کے لیے عیب ہے بلکہ وہ تو ہمارے آبائے طاہرین ہیں، وہ ہر خیر کا مرکز اور ہر رحمت کا منبع ہیں، اور ہم میں سے ہر ایک تک اس کی ظرفیت کے مطابق انعام اور خیر و برکت کی جو کرن بھی پہنچتی ہے وہ انہی کے در سے پھوٹتی ہے، پس ہم دیکھتے ہیں کہ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے بعض افراد کو معرکہ کربلا میں شامل ہونے سے روک دیا اور بعض افراد کو اس معرکہ کے لیے خود بلایا، اس کی تفسیر یوں کی جاتی ہے کہ ہر ایک شخص کے مرتبہ اور اس میں موجود صلاحیت کے اختلاف کی وجہ سے امام حسین علیہ السلام نے ہر ایک کو مختلف ذمہ داری سونپی ، پس اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک پر واجب ہے کہ وہ اپنے نفس کی اصلاح کرے اور اپنے اندر ایسی صلاحیت پیدا کرے جس کے ذریعے وہ فیوضِ ربّانی سے بہرہ مند ہو سکے اور اپنی آنکھوں کو پاک و پاکیزہ کرے، تاکہ وہ آفتابِ امامت کی درخشاں جبیں کی زیارت سے مشرف ہو سکے، ہمارے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ اس راستہ میں سب سے پہلے انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے عقیدہ کو اسلام کے بنیادی اصولوں اور ضروریاتِ دین کے ذریعے مضبوط کرے، اور پھر اپنے نفس کو اخلاقِ حسنہ کی تربیت دے اور بری صفات سے چھٹکارا دلائے اور گناہوں سے دوری کا عادی بنائے، اور اس سلسلہ میں وہ علمائے ابرار سے رہنمائی حاصل کرے اور اگر علمائے ابرار تک رسائی نہ کر سکے تو کم از کم ان کی کتابوں کا مطالعہ کرے، مستحبات اور ہر وہ چیز جو اپنے لیے اختیار کرتا ہے، اس میں اللہ کی رضا اور مرضی کے ذریعے اپنے نفس کو زینت دے، اور اللہ پر توکل اور اعتماد کو طلب کرے، اس کے ذریعے سے ہدایت، معاونت اور صراطِ مستقیم پر گامزن رہنے کی قوت و مدد حاصل کرے، روایات میں وارد ہوا ہے کہ تقویٰ اور جہاد بالنفس کے بغیر کوئی بھی اہل بیت علیہم السلام کی ولایت درک نہیں کر سکتا، اور اسی طرح روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ ہمارے شیعہ وہ ہیں جو متقی اور پرہیز گار ہیں۔

ہم پروردگارِ عالم سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہمارے نفوس کی اصلاح فرما، ثقہ اور توکل کی نعمت عطا فرما، ہمارے گزشتہ گناہوں کو معاف فرما اور آئندہ گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ (الٰہی آمین)

امام مہدی علیہ السلام
کتب اہلسنت میں

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ : كُنَّا عِنْدَ أُمِّ سَلَمَةَ فَتَذَاكَرْنَا الْمَهْدِيَّ فَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْمَهْدِيُّ مِنْ وَلَدِ فَاطِمَةَ

(سنن ابن ماجه ج۲ ص۱۳۶۸ بیروت)

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت امام مھدی علیہ السلام حضرت فاطمہ سلام اللہ علیھا کی اولا د سے ہیں ۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَمْتَلِئَ الْأَرْضُ ظُلْمًا وَعُدْوَانًا قَالَ ثُمَّ يَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ عِتْرَتِي أَوْ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يَمْلَؤُهَا قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَعُدْوَانًا

(مسند أحمد ج۳ص۳۶بیروت طبع اول)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہیں آ ئے گی جہاں تک کہ زمین ظلم و جور سے بھر جائے گی ،فرمایا : پھر میری عترت ،اہلبیت سے ایک مرد (حضرت امام مھدی علیہ السلام) نکلے گا کہ جو زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا کہ جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی تھی ۔

عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنْ الدَّهْرِ إِلَّا يَوْمٌ لَبَعَثَ اللَّهُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يَمْلَؤُهَا عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا

(سنن أبي داود ج ۴ ص ۱۷۴ بیروت)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر زمانے کا فقط ایک ہی دن باقی رہ جائے تب بھی اللہ میرے اہلبیت سے ایک ایسے مرد کو مبعوث کرے گا کہ جو زمین کو عدل سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم سے بھر چکی تھی۔

قَالَ : يَخْرُجُ فِي آخِرِ أُمَّتِي الْمَهْدِيُّ يَسْقِيهِ اللَّهُ الْغَيْثَ ، تُخْرِجُ الْأَرْضُ نَبَاتَهَا ، وَيُعْطَى الْمَالُ صِحَاحً

(جمع الجوامع أو الجامع الكبير للسيوطي باب حرف الياء)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے آخری زمانے میں حضرت مھدی علیہ السلام نکلیں گے کہ جن کی اللہ نصرت کرے گا اور زمین اپنے خزانے نکال دے گی اور وہ لوگوں میں عدل سے مال کو تقسیم کرے گا۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَهْدِيُّ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ

(مسند أحمد بن حنبل ج۱ ص ۸۴ بیروت)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت امام مھدی علیہ السلام ہم اہلبیت میں سے ہیں ۔

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّايَاتِ السُّودَ قَدْ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ خُرَاسَانَ ، فَأْتُوهَا ؛ فَإِنَّ فِيهَا خَلِيفَةَ اللهِ الْمَهْدِيَّ.

(مسند أحمد بن حنبل ج۵ص۲۷۷)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم خراسان کی طرف سے آتے ہوئے سیاہ پرچم دیکھو تو ان سے مل جاؤ کیونکہ بے شک ان میں اللہ کا خلیفہ حضرت مھدی علیہ السلام ہوگا۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ

(صحيح بخاري ج۳ ص ۱۲۷۲ بیروت)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تم کیسے ہوگے کہ جب مریم کے بیٹے عیسی علیہ السلام تم میں نازل ہوں گے اور تمہار امام (حضرت مھدی علیہ السلام)تم میں سے ہوگا۔

امام مہدی علیہ السلام کی ولادت ایک یقینی مسئلہ

مرجع مسلمین و جہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ
الحاج حافظ بشیر حسین نجفی
دام ظلہ الوارف

تحقیق کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی مسئلہ یا قضیہ میں چھان بین اور تحقیق کے دوران اپنے ذھن کو منفی رجحانات مثلاً بغض، حسد اور نفاق وغیرہ سے پاک رکھے، جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ مخالفین میں سے جتنے بھی افراد نے امام مہدی علیہ السلام کے عدمِ ولادت کا دعویٰ کیا ہے ان میں سے کوئی بھی اس میزان و معیار پر پورا نہیں اترتا، بلکہ ان سب سے اولادِ علی علیہ السلام و بتول علیہا السلام کے ساتھ بغض و حسد اور تعصب کی بو آتی ہے، پس وہ حضرت امام المنتظر علیہ السلام کے قضیہ کو غیر جانبدارانہ نظر سے نہیں دیکھتے اور جب ان کا دل بغض و نفاق وغیرہ سے خالی نہیں ہوگا تو اس کا نتیجہ وہی کچھ نکلے گا جو ان کے جھوٹے دعوؤں میں نظر آ رہا ہے۔

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ جس خبر کے بارے میں تواتر کا دعویٰ کیا جاتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں:

1:۔ پہلی قسم کا تعلق اس خبر کے ساتھ ہے جس میں تواتر کے ذریعے کسی شے کے وجود کو ثابت کیا جاتا ہے۔

2:۔ دوسری قسم کا تعلق اس خبر کے ساتھ ہے جس میں تواتر کے ذریعے کسی شے کے عدم کو ثابت کیا جاتا ہے۔

اور یہ بات واضح ہے اور اس میں کسی قسم کا شک وغیرہ بھی نہیں ہے کہ اگرچہ کسی شے کے عدمِ وجدان (یعنی کسی شے کے نہ ہونے) پہ تواتر ثابت ہو یا ان اخبار کی سند صحیح ہو تب بھی دوسری قسم اکثر ثابت نہیں ہو پاتی، پس جس شے کے عدمِ وجود پر تواتر کا دعویٰ کیا جارہا ہے اگر اس شے کا وجود کسی طرح سے ثابت ہو جائے خواہ کسی معتبر خبرِ واحد کے ذریعے سے ہی کیوں نہ ہو، تو ان دونوں خبروں کے درمیان کسی قسم کا تصادم تصور نہیں کیا جائے گا، جن میں سے ایک تواتر کے ذریعے اس شے کے عدمِ وجود یا عدمِ وجدان پر دلالت کرتی ہے اور دوسری اس شے کے وجود کو ثابت کرتی ہے، پس علمائے اہلسنت سے روایات کی ایک بہت بڑی تعداد نقل ہوئی ہے جس کا مفہوم فقط یہ ہے کہ (لم یجد للحسن العسکری علیہ السلام عقباً) یعنی تمام روایات میں فقط یہی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی اولاد کا نشان نہیں ملتا اور اس بات سے سوائے اس کے کچھ ثابت نہیں ہو سکتا کہ ان کو امام مہدی علیہ السلام کے وجود کا علم نہ تھا اور ان روایات میں سے کسی کا بھی سلسلہ امام عسکری علیہ السلام یا حضرت امام المنتظر علیہ السلام کی والدہ ماجدہ سے نہیں ملتا، اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کا عدمِ وجود ان کے والدین کے اعتراف سے ہی ثابت ہو سکتا ہے، پس ایک طرف تو اسی بناء پر مخالفین کی طرف سے تواتر کا دعویٰ چاہے صحیح بھی ہو تب بھی اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے، بلکہ میدانِ بحث میں امام علیہ السلام کے وجود پر قائم شدہ دلیلوں کا غالب آنا لازم ہے۔

دوسری جانب تواتر کے ذریعے امام مہدی علیہ السلام کی ولادت ثابت ہے اور روایات میں ان افراد کی ایک بڑی تعداد کا ذکر بھی موجود ہے جنہوں نے بچپنے سے لے کر غیبتِ صغریٰ کی انتہا تک مختلف مواقع پہ امام علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور اس غیبتِ صغریٰ کی انتہا ان چار نائبین میں سے آخری کی وفات پہ ہوئی جو امام علیہ السلام کی طرف سے نامزد کردہ سفیر تھے اور امام علیہ السلام اور ان کے شیعوں کے درمیان واسطہ تھے۔

اور اس سے بھی بڑھ کر بہت سے ایسے علمائے اہلسنت ہیں جنہوں نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کی ولادت کا اقرار و اعتراف کیا ہے، ان میں سے چند کے اسماء درج ذیل ہیں:

1:۔ ابن حجر الہیثمی کتاب "الصواعق المحرقہ" میں اہلِ اطلاع سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے :

ان عمر الامام المنتظر عند وفاة ابيه خمس سنين لكن اتاه الله فيها الحكمة

ترجمہ: "حضرت امام المنتظر علیہ السلام کی عمر ان کے والد کی وفات کے وقت پانچ سال تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں اس عمر میں ہی علم و حکمت سے سرفراز کیا"

2:۔ ابن خلکان کتاب "وفیات الاعیان" میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی سیرت و تعارف بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

ابو محمد حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسی الرضا بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زين العابدين بن الحسين بن علی بن ابی طالب رضی الله عنهم احد آئمة الاثنا عشر علی اعتقاد الامامية و هو والد المنتظر صاحب السرداب و يعرف بالعسكری و ابوه علی ايضاً يعرف بهذه التسمية

ترجمہ: "ابو محمد حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسی الرضابن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنھم شیعہ امامیہ کے اعتقاد کے مطابق بارہ اماموں میں سے ایک امام ہیں اور یہی حضرت امام المنتظر علیہ السلام صاحبِ سرداب کے والد ہیں اور عسکری کے نام سے معروف ہیں اور ان کے والد حضرت علی نقی علیہ السلام بھی اسی نام سے معروف تھے"

3:۔ کتاب "منتخب الاثر" میں مذکور ہے

:ذكر ابن شحنة الحنفی فی تاريخه المسمیٰ بروضة المناظر فی اخبار الاوائل ، و ولد لهذا الحسن يعنی الحسن العسكری ولده المنتظر الثانی عشر و يقال له المهدی و القائم و الحجة محمد ولد فی سنة خمس و خمسين و مائتين....... و كان عمره عند وفاة ابيه خمس سنين"

ترجمہ: "ابن شحنة الحنفی اپنی تاریخ کہ جس کا نام "روضة المناظر فی اخبار الاوائل" ہے، میں رقمطراز ہے اسی حسن یعنی حسن عسکری علیہ السلام کے ہی بیٹے المنتظر علیہ السلام ہیں جو کہ بارہویں امام ہیں، انہیں المھدی علیہ السلام القائم علیہ السلام اور الحجۃ علیہ السلام کہا جاتا ہے، م۔ح۔م۔د (مہدی علیہ السلام) ۲۵۵ ھجری میں پیدا ہوئے .... ان کے والد (حسن عسکری علیہ السلام) کی وفات کے وقت ان کی عمر پانچ سال تھی"

4:۔ ابن الصباغ المالکی کتاب "الفصول المھمۃ" میں لکھتا ہے :

ولد ابو القاسم محمد الحجة ابن الحسن الخالص بسر من رای فی ليلة النصف من شعبان سنة خمس و خمسين و مائتين للهجرة ثم ساق نسبه الشريف من جهة ابيه الیٰ سيد الشهداء الحسين بن علی بن ابی طالب عليهم السلام و أما امه فأم ولد يقال لها نرجس خير امة و قيل اسمها غير ذلک و اماكنيته فابوالقاسم و اما لقبه فالحجة والمهدی و الخلف الصالح والقائم المنتظر و الصاحب الزمان و اشهرها المهدی"

ترجمہ: "ابو القاسم "م۔ح۔م۔د" الحجۃ ابن حسن الخالص علیھما السلام سر من رای یعنی سامرہ میں پندرہ شعبان کی رات ۲۵۵ ھجری کو پیدا ہوئے۔ ان کا نسب مبارک والد کی طرف سے حضرت سید الشہداء امام حسین ابن علی ابن ابی طالب علیھم السلام سے ملتا ہے۔ ان کی والدہ ام ولد ہیں، جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ نرجس سب سے افضل اور نیک کنیز ہیں اور ایک قول کے مطابق ان کا اس (نرجس) کے علاوہ بھی کوئی نام ہے اور امام علیہ السلام کی کنیت ابو القاسم ہے اور ان کے القاب " الحجۃ علیہ السلام ، مہدی علیہ السلام ، خلف الصالح علیہ السلام ، القائم، المنتظر علیہ السلام اور صاحب الزمان علیہ السلام " ہیں، اور ان میں سے جو لقب مشہور ہے وہ المھدی ہے"

5:۔ محدث نوری اپنی کتاب" کشف الاستار عن وجہ الغائب عن الابصار " میں لکھتے ہیں کہ ابی سالم کمال الدین محمد بن طلحہ بن محمد الشافعی اپنی کتاب مطالب السؤول میں رقمطراز ہیں:

ابوالقاسم محمد بن الحسن الخالص بن علی المتوكل بن محمد القانع بن علی الرضا بن موسیٰ الكاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زين العابدين بن الحسين بن علی المرتضی امير المومنين بن ابی طالب المهدی الحجة الصالح المنتظر عليهم السلام

ترجمہ: "ابوالقاسم محمد بن الحسن الخالص بن علی المتوکل بن محمد القانع بن علی الرضا بن موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی المرتضی امیر المومنین بن ابی طالب" ہی مہدی الحجۃ الصالح اور المنتظر ہیں"

6:۔ اسی طرح "کشف الاستار" میں حافظ ابوالفتح محمد ابن ابی الفوارس الشافعی اور اس کے علاوہ دوسرے افراد سے منقول اہلسنت کے تیس (۳۰) سے زیادہ اکابر علماء اور محققین کے اقوال درج ہیں، جن میں وہ حضرت امام المنتظر علیہ السلام کی ولادت کا اقرار کرتے ہیں۔

پس ان اقوال کے ہوتے ہوئے حضرت امام المنتظرعلیہ السلام کی ولادت اور ان کے وجود مبارک میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں رہتی۔

ہمارے امام علیہ السلام ہم سے غائب کیوں ؟

مولانا مفید حسین نجفی

زمانہ غیبت میں امام زمانہؑ کی غیبت کے تمام علل و اسباب کو جاننا مشکل ہے ،چونکہ آپؑ کی غیبت اسرارِ الٰہی میں سے ہے کہ جس کے بہت سے حقائق عام انسانوں سے چھپائے گئے ہیں جب آپؑ کا ظہور ہوگا تب لوگوں کو حقیقی راز کا علم ہوگا ، چنانچہ امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے :

کہ جب آپؑ سے غیبتِ امام زمانہؑ کی وجہ پوچھی گئ تو آپؑ نے فرمایا:

قَالَ لِأَمْرٍ لَمْ يُؤْذَنْ لَنَا فِي كَشْفِهِ لَكُمْ قُلْتُ فَمَا وَجْهُ الْحِكْمَةِ فِي غَيْبَتِهِ قَالَ وَجْهُ الْحِكْمَةِ فِي غَيْبَتِهِ وَجْهُ الْحِكْمَةِ فِي غَيْبَاتِ مَنْ تَقَدَّمَهُ مِنْ حُجَجِ اللَّهِ تَعَالَى ذِكْرُهُ إِنَّ وَجْهَ الْحِكْمَةِ فِي ذَلِكَ لَا يَنْكَشِفُ إِلَّا بَعْدَ ظُهُورِهِ كَمَا لَمْ يَنْكَشِفْ وَجْهُ الْحِكْمَةِ فِيمَا أَتَاهُ الْخَضِرُ ع مِنْ خَرْقِ السَّفِينَةِ وَ قَتْلِ الْغُلَامِ وَ إِقَامَةِ الْجِدَارِ لِمُوسَى ع إِلَى وَقْتِ افْتِرَاقِهِمَا يَا ابْنَ الْفَضْلِ إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ أَمْرٌ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ تَعَالَى وَ سِرٌّ مِنْ سِرِّ اللَّهِ وَ غَيْبٌ مِنْ غَيْبِ اللَّهِ وَ مَتَى عَلِمْنَا أَنَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ حَكِيمٌ صَدَّقْنَا بِأَنَّ أَفْعَالَهُ كُلَّهَا حِكْمَةٌ وَ إِنْ كَانَ وَجْهُهَا غَيْرَ مُنْكَشِفٍ.

ترجمہ : " اس (غیبت) کی ایسی وجہ ہے کہ جس کو تمہارے لئے آشکار کرنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے ، میں (راوی) نے پوچھا: پھر ان کی غیبت میں کیا حکمت پوشیدہ ہے ؟ آپؑ نے فرمایا: ان کی غیبت کی حکمت وہی ہے جو ان سے پہلے کے برگزیدہ اللہ تعالیٰ کی حجتوں کی غیبت میں پوشیدہ تھی ، غیبت کے زمانے میں اس غیبت کی حکمت واضح نہیں ہوگی ، مگر ان کے ظہور کے بعد معلوم ہوگی، جیسے خضرؑ نے کشتی کا سوراخ کیا ، ایک جوان کو قتل کیا اور دیوار بنائی ، ان سب کی وجہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معلوم نہ ہوسکی مگر ان دونوں کی جدائی کے وقت، اے فضل کے بیٹے بے شک یہ غیبت اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے ایک حکم ہے اور اللہ کے اسرار میں سے ایک راز ہے اور اللہ تعالیٰ کی چھپائی ہوئی چیزوں میں سے ایک ہے اور جب ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو پھر ہم نے تصدیق کی ، اس کے سارے افعال حکمت پر مبنی ہیں ، اگرچہ ان تمام کی وجہ ہم پر عیاں نہ ہو ۔" (کمال الدین و تمام النعمۃ ؛ ج ۲ ؛ ص۴۸۲)

اس روایت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ امام عصر علیہ السلام کی غیبت کا حقیقی حال مخفی ہے ،تاہم کچھ اسباب کی طرف اہل بیت علیہم السلام سے مروی احادیث میں اشارہ ملتا ہے جن میں سے بعض کا باختصار ذکر کرتے ہیں:

پہلی وجہ :انبیاء کی روش غیبت پوری ہوجائے:

امام علیہ السلام کی غیبت کی ایک علت یہ بیان ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ اسطرح امامؑ میں ان انبیاءؑ کی روش بھی پوری ہوجائے جو غیبت میں ہیں یا جو غیبت میں رہے ہیں ، چنانچہ امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

قَالَ إِنَّ لِلْقَائِمِ مِنَّا غَيْبَةً يَطُولُ أَمَدُهَا فَقُلْتُ لَهُ وَ لِمَ ذَاكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ أَبَى إِلَّا أَنْ يُجْرِيَ فِيهِ سُنَنَ الْأَنْبِيَاءِ ع فِي غَيْبَاتِهِمْ وَ أَنَّهُ لَا بُدَّ لَهُ يَا سَدِيرُ مِنِ اسْتِيفَاءِ مَدَدِ غَيْبَاتِهِمْ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقاً عَنْ طَبَقٍ أَيْ سُنَناً عَلَى سُنَنِ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ

ترجمہ:" ہمارے قائمؑ کے لئے ایسی غیبت ہوگی کہ جس میں مدت بہت طولانی ہوگی ، میں (راوی) نے پوچھا: اے فرزندِ رسول ﷺ ایسا کیوں ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا: اس لئے کہ اللہ عزوجل چاہتا ہے کہ امام قائمؑ میں انبیاءؑ کی روشِ غیبت پوری ہوجائے ، اے سدیر! ضروری ہے کہ آپؑ کی غیبت میں انبیاءؑ کی غیبت کی مدتیں پوری ہوں ، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے تم ضرور مرحلہ بہ مرحلہ گزروگے ، یعنی تم اپنے سے پہلے والوں کی حالت اور

روش پر گزرو گے۔ (علل الشرائع ؛ ج ۱ ؛ ص ۲۴۵)

دوسری وجہ : کسی کی بیعت آپؑ کی گردن پر نہ ہو :

امام زمانہؑ کی غیبت کی ایک اور وجہ یہ بیان ہوئی ہے کہ آپؑ اس حالت میں ظہور فرمائیں کہ آپؑ کی گردن پر کسی ظالم حکمران کی بیعت نہ ہو اس مضمون کی روایات بکثرت پائی جاتی ہیں صرف ایک روایت کو ذکر کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي الْحَسَنِ عَلِيِّ بْنِ مُوسَى الرِّضَا ع أَنَّهُ قَالَ: كَأَنِّي بِالشِّيعَةِ عِنْدَ فَقْدِهِمُ الثَّالِثَ مِنْ وُلْدِي كَالنَّعَمِ يَطْلُبُونَ الْمَرْعَى فَلَا يَجِدُونَهُ قُلْتُ لَهُ وَ لِمَ ذَاكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ قَالَ لِأَنَّ إِمَامَهُمْ يَغِيبُ عَنْهُمْ فَقُلْتُ وَ لِمَ قَالَ لِئَلَّا يَكُونَ لِأَحَدٍ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ إِذَا قَامَ بِالسَّيْفِ.

ترجمہ: علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: گویا میں (اپنے) شیعوں کو دیکھ رہا ہوں جبکہ ان سے میری اولاد کا تیسرا فرزند بچھڑ گیا ہے اور وہ (شیعہ) انہیں ایسے ڈھونڈ رہے ہیں جیسے چوپائے چراگاہیں کو ڈھونڈتے ہیں جبکہ وہ انہیں نہیں مل رہی ہوتی ہیں، میں نے پوچھا: اے فرزندِ رسول اللہ ﷺ ایسا کیوں ہوگا؟ فرمایا: اس لئے کہ ان کے امام ان سے غائب ہوں گے، میں (راوی) نے کہا: آخر کیوں؟ فرمایا: تاکہ جب وہ تلوار کے ذریعے قائم کریں تو ان کی گردن پر کسی کی بیعت نہ ہو۔ (کمال الدین و تمام النعمۃ ؛ ج ۲ ؛ ص ۴۸۰)

تیسری وجہ: حقیقی مؤمن اور گمراہ لوگوں میں فرق واضح ہوجائے گا:

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ آبَائِهِ ع قَالَ... قَالَ عَلِيٌّ ع أَمَا وَ اللَّهِ لَأُقْتَلَنَّ أَنَا وَ ابْنَايَ هَذَانِ وَ لَيَبْعَثَنَّ اللَّهُ رَجُلًا مِنْ وُلْدِي فِي آخِرِ الزَّمَانِ يُطَالِبُ بِدِمَائِنَا وَ لَيَغِيبَنَّ عَنْهُمْ تَمْيِيزاً لِأَهْلِ الضَّلَالَةِ حَتَّى يَقُولَ الْجَاهِلُ مَا لِلَّهِ فِي آلِ مُحَمَّدٍ مِنْ حَاجَةٍ.

ترجمہ: اما صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے اپنے آباء و اجداد علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ امام علیہ علی علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کی قسم میں بھی قتل کر دیا جاؤں گا اور میرے یہ دو بیٹے بھی قتل کر دیے جائیں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ آخری زمانے میں میری اولاد میں سے ایک آدمی کو مبعوث کرے گا جو ہمارے خون کا بدلہ لے گا اور گمراہ لوگوں کی پہچان کے لئے وہ لوگوں سے ضرور غائب ہوگا یہاں تک کہ جاہل کہے گا: آلِ محمد میں اللہ کی کیا حاجت ہے؟!" (الغیبۃ للنعمانی ؛ النص ؛ ص ۱۴۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیبتِ کبریٰ کی طویل مدت حقیقی مؤمنین کی پہچان ہوگی جو اللہ کے منشأ پر سر تسلیم خم ہوں گے اور زبان اعتراض دراز نہیں کریں گے کہ اللہ نے امام کی غیبت کو اتنا دراز کیوں کیا ہے، جب کہ جاہل اور گمراہ لوگ زبان اعتراض دراز کریں گے اور وہ گمراہ ہوں گے۔

چوتھی وجہ: لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے سلب نعمت:

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

وَ اعْلَمُوا أَنَّ الْأَرْضَ لَا تَخْلُو مِنْ حُجَّةٍ لِلَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ لَكِنَّ اللَّهَ سَيُعْمِي خَلْقَهُ عَنْهَا بِظُلْمِهِمْ وَ جَوْرِهِمْ وَ إِسْرَافِهِمْ عَلَى أَنْفُسِهِم

ترجمہ: "امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: آپؑ نے فرمایا: جان لو (اے لوگو!) زمین حجتِ خدا سے خالی نہیں ہوتی ہے لیکن عنقریب اللہ اپنی مخلوق کو ان کے ظلم و جور، اور اپنے نفسوں پر اسراف کی وجہ سے اپنی حجت سے اندھا رکھے گا۔" (الغیبۃ للنعمانی ؛ النص ؛ ص ۱۴۱)

پانچویں وجہ: اللہ کی طرف سے دی گئی ذمہ داری کو پورا کرنے سے پہلے قتل کا خوف

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ: لِلْقَائِمِ غَيْبَةٌ قَبْلَ قِيَامِهِ قُلْتُ وَ لِمَ قَالَ يَخَافُ عَلَى نَفْسِهِ الذَّبْحَ.

ترجمہ: "امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: آپؑ نے فرمایا قائمؑ کے قیام سے پہلے ان کے لئے غیبت ہوگی، میں (راوی) نے کہا: آخر کیوں؟ فرمایا: (اللہ کی دی ہوئی ذمہ داری کو پورا کرنے سے پہلے) ذبح ہونے کے خوف سے۔" (کمال الدین و تمام النعمۃ ؛ ج ۲ ؛ ص ۴۸۱)

اس مضمون کی روایات بھی بکثرت پائی جاتی ہیں، یہاں پر اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ امام علیہ السلام اگر قتل سے بچتے ہیں تو اس لئے نہیں کہ امامؑ کو اپنی جان عزیز ہوتی ہے یا نعوذ باللہ بزدلی امامؑ کو لاحق ہوتی ہے بلکہ اللہ کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داری کو ادا کرنے سے پہلے ہی قتل ہوجانا اسلام کی مصلحت کے خلاف ہے، اس وقت انتظار کرنا مقصود ہوتا ہے کہ جب اللہ کا امر آجائے اور امامؑ اللہ کی رسالت کو ادا کرسکیں

جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قتل کے خوف سے شہر سے ہجرت کی ، کہ جس کا تذکرہ قرآن یوں فرماتا ہے:

فَخَرَجَ مِنْها خائِفاً يَتَرَقَّبُ قالَ رَبِّ نَجِّني مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمين

چنانچہ موسیٰ ڈرتے ہوئے خطرہ بھانپتے ہوئے وہاں سے نکلے، کہنے لگے: اے میرے پروردگار! مجھے ظالموں سے بچا۔ (سورہ القصص آیت :۲۱)

امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام نے جب رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد اپنا حق غصب ہوتے دیکھا اور خاموشی اختیار کی تو اسکی وجہ بھی یہی تھی کہ آپؑ قیام کرتے اور اولاد اور اہل بیت علیہم السلام سمیت شہید ہوجاتے تو نسل امامت منقطع ہوجاتی ، یوں بعد میں حق و باطل میں فرق کرنا لوگوں پر دشوار ہوجاتا اور اللہ کی رسالت نا تمام رہ جاتی ، اب امامؑ یہاں اپنی ناموس پر حملہ بھی برداشت کرتے ہیں مگر تلوار نہیں اٹھاتے ہیں چونکہ امام علیؑ کی نگاہ میں اسلام سے بڑھ کر کوئی شیء عظیم نہیں ہے ، خاموش ہوجاتے ہیں اور اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو قتل ہونے سے بھی نہیں بچاتے ہیں ، نہج البلاغہ میں خود امامؑ بھی یہی فرماتے ہیں ، جبکہ زندگی بھر آپؑ شہادت کی تمنا کرتے رہے اور وقت شہادت بھی اپنی کامیابی کا اعلان فرمایا ،امام زمانہ علیہ السلام کو بھی اسی لئے غیب رکھا گیا ہے تاکہ وہ وقت آجائے کہ امام علیہ السلام کے قیام کے اسباب پورے ہوں اور امامؑ اللہ کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داری کو بطریق احسن نبھا سکیں ، زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں جس طرح کہ وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

اب یہاں کوئی یہ سوال نہیں کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی دوسرا طریقہ کیوں اختیار نہیں فرمایا کہ امامؑ بچ بھی جائیں اور ان کو غائب کرنے کی بھی ضرورت نہ پڑے ؟

چونکہ جو طریقہ بھی اللہ تعالی اختیار فرماتا اسی پر کم ظرف لوگ پھر یہی اعتراض کرنے لگ جاتے کہ اللہ تعالیٰ نے اس طریقے کو کیوں اختیار کیا دوسرے طریقہ کو کیوں اختیار نہ کیا؟

تو سادہ ساجواب ہے کہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا نہیں جاتا کہ اس نے ایسا کیوں کیا اور نہ ہی اسے کوئی مشورہ دیا جاتا ہے ، بلکہ لوگوں سے پوچھا جاتا ہے کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا؟ چونکہ قرآن مجید میں ارشاد قدرت ہے :

لا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْئَلُون

"اپنے افعال کا وہ جواب دہ نہیں جب کہ اوروں سے بازپرس ہوگی"۔(سورہ انبیاء آیت :۲۳)

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

سوال : روایات میں ہے کہ امام الحجۃ عجل اللہ فرجہ امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے انتقام لیں گے پس یہ قاتلانِ حسین علیہ السلام زمانہ ظہور میں کہاں ہوں گے؟

مرجع مسلمین و جہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف

جواب : رسول اسلام ﷺ سے روایت ہے کہ جو شخص کسی کے فعل پر راضی ہو یا فعل کرنے والے کے کردار کو پسند کرے، خداوند عالم اس شخص کو اس فعل کے کرنے والے کے ساتھ محشور کرے گا۔اسی بناء پر قرآن میں ان یہودیوں کو جو رسول ﷺ کے زمانہ میں موجود تھے سابقہ نبیوں کا قاتل قرار دیا گیا ہے، کیونکہ یہ یہودی اُن یہودیوں کے قول و فعل پر راضی تھے جنھوں نے سابقہ انبیاء کو قتل کیا تھا۔اسی طرح وہ لوگ جو قاتلانِ امام حسین علیہ السلام کے کردار و فعل پر راضی ہوں گے ان کو قاتلانِ امام حسین میں شمار کیا جائے گا،پس ان کو امام زمانہ علیہ السلام کے حکم سے واصل جہنم کر دیا جائے گا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ قاتلان امام حسین علیہ السلام کو دوبارہ رجعت کے ذریعے زندہ کرکے قتل کریں۔

عدلِ الٰہی کا عقیدہ مہدویت سے تعلق

مولانا جعفر علی یعسوبی

صفاتِ پروردگار کے بارے میں مسلمانوں میں جو اختلافات رونما ہوئے ان میں سے ایک اختلاف اللہ تعالیٰ کی صفتِ عدالت کے بارے میں ہے یعنی اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا یہ ضروری ہے کہ اس کا ہر کام عدالت پر مبنی ہو وہ کبھی بھی ظلم نہیں کر سکتا نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں یا ایسا نہیں ہے۔

اہل سنت میں سے معتزلہ اور امامیہ یعنی شیعہ کا ایک موقف ہے اور اہل سنت میں سے اشاعرہ کا اس کے برعکس موقف ہے۔ پہلا فریق قائل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عادل ہونا عقلاً و شرعاً واجب (ضروری) ہے جبکہ دوسرے فریق کو یہ لگتا ہے کہ عدل کی صفت لگانے سے اس ذات کو محدود کرنا لازم آتا ہے وہ جو چاہے کرے کوئی اس سے نہیں پوچھ سکتا۔

اسی لئے ہماری عقائد کی کتابوں میں توحید کے بعد دوسرے نمبر پر بالخصوص عدل کا تذکرہ کیا جاتا ہے جب کہ توحید کی بحث میں صفات پروردگار پر روشنی ڈالی جاتی ہے جبکہ عدل بھی اس ذات کی صفاتِ فعل میں سے ایک صفت ہے لیکن اس کی اہمیت کی بنیاد پر اسے علیحدہ ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ نظامِ کائنات چاہے تکوینی ہو یا تشریعی عدلِ الٰہی سے قائم ہے۔ اس کائنات کے ذرے ذرے میں نظامِ عدالت نافذ ہے علم فزکس اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ اس کائنات کے ہر ذرہ کو اس کے مناسب مقام پر رکھا گیا ہے اگر اسے اپنی جگہ سے ہٹایا جائے تو نظام درھم برھم ہو جائے اسی طرح آسمانی قوانین عدلِ الٰہی کا پرتو ہیں انبیاء کی تمام شریعتیں ہر معاملہ کی بنیاد عدل کو قرار دیتی ہیں عقیدہ عدل نہ ہو تو نہ عقیدہ نبوت کو عقل سے ثابت کیا جاسکتا ہے اور نہ عالمِ آخرت کا وجود ضروری رہتا ہے۔

اگر ہر انسان ایک لمحے کے لئے ہر قید و بند سے آزاد ہو کر اپنی فطرت میں جھانک کر دیکھے تو یہ جان لے گا کہ جہاں فطرت انسانی ایک غیر متناہی طاقت و قدرت رکھنے والی ذات کا شعور رکھتی ہے وہاں یہ بھی آواز لگا رہی ہے کہ وہ ذات عادل ہے ظالم نہیں ہو سکتی ہے۔

ہم ان آنے والی چند سطور میں عدلِ الٰہی اور عقیدہ مہدویت کے درمیانی ربط پر روشنی ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس امر کو حتی الامکان بیان کرتے ہیں کہ جو عدلِ الٰہی کا قائل ہے وہ عقیدہ مہدویت کا انکار نہیں کر سکتا۔

حضرت آدمؑ سے لے کر اب تک جتنے انبیاء بھی آئے ہیں وہ دعوتِ ایمان کے بعد عدل و انصاف کا پرچار کرتے رہے ہیں جتنی بھی آسمانی تعلیمات زمین پر اُتری ہیں وہ میزانِ عدالت پہ تلی ہوئی تھیں اور آخر پر اسلام نے ایسا عادلانہ نظام اور ضابطہ حیات پیش کیا کہ جس کی کوئی مثال ہی نہیں۔ ارشاد رب العزت ہوا:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْإِحْسان

بے شک اللہ تعالیٰ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔ (سورہ النحل ٩٠)

عدل ہی کو تقویٰ کے حصول کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے فرمایا:

اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوى

عدل کرو کیونکہ یہی تقویٰ (الٰہی) کے زیادہ قریب ہے۔ (سورہ مائدہ ۸)

اب جب ہم تاریخ کی ورق گردانی کرتے ہیں تو ہمیں کوئی زمانہ ایسا نظر نہیں آتا ہے جس میں ہر جگہ عدل ہی عدل ہو۔ عدل کا بول بالا ہو اور ظلم ناپید ہو چکا ہو بلکہ اس کے بالکل برعکس اکثر زمانوں میں ظلم انسانیت کے سروں پہ کالے بادلوں کی طرح منڈلاتا رہا ہے مظلوم کی داد رسی نہیں ہوتی رہی حتیٰ کہ ختمی مرتبت رسول خدا ﷺ کے ایک عظیم اور سنہری دور میں بھی پوری دنیا پہ عادلانہ نظام نافذ نہیں ہو سکا۔

اس سرزمین کو ظلم کے وجود سے پاک نہیں کر سکے کیونکہ ابھی تک کافی ساری دنیا تک اسلامی حکومت کا سایہ نہیں پہنچا تھا بڑی بڑی طاقتیں اپنی قوت و طاقت کے غرور میں مست تھیں۔

الغرض جس عادلانہ نظام و شریعت کو انبیاء اس دنیا پر نافذ کرنے کے لئے لائے ہیں وہ ابھی تک پوری دنیا پر تطبیق نہیں ہوسکا اگر کہیں پر یہ نظام آیا ہے تو بھی ایک مختصر عرصہ کے لئے اور محدود علاقے تک ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جب ہم ایک طرف سے عدلِ الٰہی پر ایمان رکھتے ہیں اور دوسری طرف سے اس بات کے معترف ہیں کہ ادیانِ سماوی عادلانہ نظام پر مشتمل ہیں تو پھر دنیا والے کب اس دنیا میں اس نظامِ الٰہی کو دیکھیں گے؟

کیا یہ بات قابل تسلیم ہے کہ یہ دنیا ختم ہوجائے اور اس میں ایک مرتبہ بھی وہ نظام نافذ نہ ہو جسے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر لے کر آئے ہیں اور جو نظام عدل الٰہی کا پرتو ہو۔ پھر ایسے نظام کے بھیجنے کا کیا فائدہ اور مقصد رہے گا جو اول سے آخر تک ایک بار بھی پوری دنیا پر لاگو نہ ہو سکا جب کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں یہ ارشاد فرما رہا ہے:

هُوَ الَّذي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدى وَ دينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے چاہے مشرک لوگ اسے ناپسند ہی کریں۔ (سورہ توبہ ۳۳)

اس فکر کو نہ عقل قبول کرتی ہے اور نہ فطرت چونکہ ہر انسان کے ضمیر اور فطرت کی آواز ہے کہ آخرت سے پہلے اس دنیا میں بھی ایک دن ایسا آئے گا جو عدل کا دن ہوگا جو دن مظلوم کا ظالم کے خلاف ہوگا جو دن حقوق کی پاسداری کا دن ہوگا۔

عقیدہ مہدویت عقل و فطرت کی اس آواز پر لبیک کہنے کا نام ہے، یہ عقیدہ اُن آیاتِ قرآنیہ کہ جو نظام الٰہی کے پوری دنیا پر چھا جانے کی بشارت دے رہی ہیں کی تصدیق کا نام ہے، یہ عقیدہ دنیا میں عدلِ الٰہی کے عملی مظاہرہ پر ایمان رکھنے کا نام ہے۔

اسی لئے ہم دیکھتے ہیں جو دینی نصوص امام زمانہؑ کی حکومت کا تذکرہ کر رہی ہیں وہ نظام عدل کو اس حکومت کا محور و مرکز قرار دے رہی ہیں ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:

وَ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقاً وَ عَدْلاً لا مُبَدِّلَ لِكَلِماتِهِ

اور تیرے رب کا کلمہ صدق و عدالت میں مکمل ہوچکا ہے اور اس کے کلمات کو کوئی تبدیل کرنے والا نہیں ہے۔ (سورہ انعام ۱۱۵)

روایات میں ملتا ہے کہ یہ وہ آیت مجیدہ ہے جسے ہر زمانے کے امامؑ کی دو آنکھوں کے درمیان بوقت ولادت ایک ملک تحریر کرتا ہے۔ (تفسیر البرھان ج۲ ص ۴۶۹)

اس سے واضح ہوا کہ ہر امام وہ کلمہ الٰہی ہے جو صدق و عدالت کا مجسمہ ہونے کے ساتھ ساتھ بقدر الامکان اسے دنیا میں رواج دیتا ہے اور پھر جس ہستی نے اس حقیقت کو پوری دنیا میں عملی شکل دینی ہے وہ آخری حجتِ خدا ہیں جن کے دورِ حکومت میں فضا بھی گونج کر یہی کہہ رہی ہوگی:

وَ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقاً وَ عَدْلاً لا مُبَدِّلَ لِكَلِماتِهِ

جب اس میں کوئی شک اور شبہ نہیں ہے کہ اسلام ہی ایک عادلانہ نظام پر مبنی دستور دیتا ہے تو پھر اس کے مقابل تمام قوانین غیر عادلانہ ہیں اور قرآن مجید میں ایک سے زیادہ بار اس بات کا اعلان ہوا ہے کہ ہم نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ اس لئے بھیجا تاکہ اسے تمام دوسرے ادیان پر غالب کریں اور ظاہر ہے کہ جس دن دین محمدی کا تمام ادیان پر غلبہ ہوگا تو اس دن صرف عدل کی سیاست چھائی ہوئی ہوگی اور یہ وعدہ ابھی تک پورا نہیں ہوسکا ہے یہ عقیدہ مہدویت ہی ہے جو اس آیت کی تفسیر کی عملی شکل کو پیش کرتا ہے۔ تبھی تو آئمہ معصومین علیہم السلام کے سامنے جب اس آیت مجیدہ کی تلاوت کی جاتی (**هُوَ الَّذي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدى وَ دينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ**) تو فرماتے تھے کہ جب قائم (عجل اللہ فرجہ الشریف) ظہور فرمائیں گے تو کوئی کافر اور مشرک ایسا نہیں ہوگا جو ان کے ظہور کو ناپسند نہ کرے یہاں تک کہ اگر کوئی کافر یا مشرک پتھر کے اندر بھی ہوگا تو وہ پتھر آواز دے گا کہ اے مؤمن میرے اندر کافر ہے مجھے توڑ اور اسے ختم کر دے۔ (کمال الدین و اتمام النعمۃ ج ۱۱ ص ۶۷۰)

ان احادیث کی روشنی میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کا سب سے بڑا

ظلم جو کفر و شرک کی شکل میں موجود ہے جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے :

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيم

بے شک شرک ظلم عظیم ہے ۔ (سورہ لقمان ۱۳)

اور یہ ظلم عظیم کبھی بھی روئے زمین سے ختم نہیں ہوا ہے صرف فرزند علی و بتول امام مہدی (علیہم السلام) کے دور حکومت میں اس کا خاتمہ ہوسکے گا چونکہ جب تک ظلم عظیم باقی رہے گا تب تک پوری دنیا پہ عدل کا نظام نافذ نہیں ہوسکتا اور اس ظلم کے خاتمہ اور عدلِ الٰہی کی تطبیق کے لئے اس زمانے کی ذوی العقول مخلوقات تو کجا پتھر جیسی جمادات بھی نصرت اور مدد کریں گی ۔

سورہ نور کی آیت ۵۵ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

وَعَدَ اللهُ الَّذِينَ ءَامَنُواْ منكم وَ عَمِلُواْ الصَّلِحَت لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهَمْ دِينَهُمُ الَّذِى ارْتَضَى لهَمْ وَ لَيُبَدِّلَنهَّم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِى لَا يُشْرِكُونَ بىِ شَيْا

اللہ نے تم میں سے ایمان لانے اور عمل صالح انجام دینے والوں سے وعدہ کر رکھا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں اس طرح سے خلیفہ قرار دے گا جس طرح ان سے پہلے والوں کو خلیفہ بنایا اور تاکہ انہیں ان کے اس دین پر قدرت دے جس دین پر ان سے راضی ہوا ہے اور ان کے خوف کے بعد انہیں امن میں تبدیل کر دے تاکہ میری عبادت کریں اور کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرائیں ۔(سورہ نور ۵۵)

یہ آیت مجیدہ واضح طور پر یہی کہنا چاہتی ہے کہ وہ دین جس پر خداوند متعال راضی ہے جو کہ بے شک دین اسلام ہی ہے اس پر عمل کرنے والے ایک عرصہ تک اپنی آزادی سے دین پر عمل نہیں کر سکیں گے ظالم سے خوف زدہ رہیں گے لیکن ان سے وعدہ ہے کہ یہ ظلم ہمیشہ نہیں رہے گا ایک دن اس خوف کے بادل چھٹ جائیں گے تقیہ کی قید کے بند کھل جائیں گے منظرعام پر پورے دین کے مطابق عمل پیرا ہونے سے کوئی روکنے والا نہیں ہوگا اور آیت کا ظاہر یہی ہے کہ یہ حسین منظر پوری روئے زمین کی سکرین پر نظر آرہا ہوگا اور ہر وہ آدمی جو ماسبق حالات کی اطلاع رکھتا ہے اسے معلوم ہے کہ یہ وعدہ ابھی تک متحقق نہیں ہوا ہے عدلِ الٰہی والا نظام ابھی تک اکثر دنیا تک نہیں پہنچا ہے تو پھر یہ وعدہ الٰہی انتظار میں ہے اس منتظر ہستی کے لئے کہ جس کی حکومت کے سائے میں ہر مؤمن پوری آزادی سے اپنے دین کے مطابق زندگی بسر کرسکے گا اور اسے کسی ظلم کا خوف و خطرہ نہیں ہوگا یہی وجہ ہے کہ ہم جب امام مہدی علیہ السلام کے دور حکومت کے بارے میں احادیث کا معائنہ کرتے ہیں تو ان کی حکومت کا طرہ امتیاز یہی نظر آتا ہے کہ

وہ وعدلِ الٰہی کو پوری روئے زمین پر نافذ کریں گے اور ظلم و استبداد کا خاتمہ کریں گے ۔

نبی اکرم ﷺ کی معروف حدیث ہے :

يملأ الأرض قسطا و عدلا كما ملئت ظلما و جورا (اثبات الهداة ج ٥ ص ١٢١)

امام مہدیؑ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح پر کر دیں گے جیسے وہ ظلم و جور سے پر ہو چکی تھی ۔

ملاحظہ فرمائیں!! کہ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ عدل سے حکومت کریں گے بلکہ فرمایا کہ وہ زمین کو عدل و انصاف سے پر کردیں گے اس تعبیر سے سمجھا جاسکتا ہے کہ اس زمین کے ذرے ذرے میں تمام مخلوقات میں نظام عدل نافذ کریں گے چاہے انسان ہوں یا دوسرے حیوانات ہوں یا طبیعی اور قدرتی مواد اور ذرائع ہوں سب کے ساتھ عدل کا رویہ ہوگا۔

دوسری احادیث میں اس بات کی طرف بھی رہنمائی ملتی ہے کہ اس عادلانہ حکومت کا قیام آخرت سے پہلے اس دنیا میں ضروری ہے یعنی اللہ تعالیٰ اسی دنیا میں اپنے بھیجے ہوئے عدل و انصاف پر مبنی نظام کو نافذ کرے گا اور اپنی صفت عدل کا عالمی حکومتی سطح پر مشاہدہ کروائے گا مثال کے طور پر ہم ایک دو روایات کا تذکرہ کرتے ہیں :

ابو هريره قال قال رسول الله ﷺ لولم يبق من الدنيا الا يوم واحد لطول الله ذلک اليوم حتي يخرج رجل من اهل بيتي يملا الارض عدلا و قسطا كماملئت ظلما و جورا (إثبات الهداة بالنصوص و المعجزات ؛ ج ٥ ؛ ص ١٢١)

ابوھریرہ کہتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اگر دنیا میں سے صرف ایک دن بھی باقی رہتا ہوگا تو اللہ تعالیٰ ضرور اس دن کو اتنا لمبا کرے گا یہاں تک کہ میرے اہل بیت میں سے ایک مرد ظہور کرے گا جو زمین کو اس طرح سے عدل و انصاف سے پر کرے گا جیسے وہ ظلم و جور سے پر ہو چکی ہوگی ۔

یہ حدیث واضح طور پر کہہ رہی ہے کہ اسی دنیا میں نظام عدل نے نافذ ہو کر رہنا ہے اور ایسا ہوگا بھی عترت رسول ﷺ کے ایک فرد کے ہاتھ سے ۔ لہٰذا یہ کہنا صحیح ہے کہ عقیدہ مہدویت عدلِ الٰہی کی عملی تصویر ہے اور صفت عدل خدا کا حتمی نتیجہ ہے ۔

اور جب اس زمین کے اوپر عدلِ الٰہی کا نظام لاگو ہو جائے گا تو پھر عجیب طرح سے یہ زمین اپنے خزانوں کے دروازے کھول دے گی بلکہ زمین پر ہونے

والے مظالم کی وجہ سے آسمان نے بھی اپنی برکات روک لی ہوں گی اور جب ظلم کی جگہ عدالت اپنا گھر بنا لے گی تو آسمان بھی اپنی سخاوت کی نمائش کرے گا اسی لئے تو امام علیہ السلام کے دور حکومت میں اقتصاد ان بلندیوں پر ہوگا جو تصور نہیں کیا جاسکتا ہے زمین میں جو کچھ بویا جائے گا بہترین اور شاندار فصل اُگے گی اسی طرح بارشیں انتہائی مناسب موقع پہ برسیں گی لوگ اس طرح سے خوشحال ہوں گے کہ زکات و خمس دینے والے اپنے لباس کے دامن میں خمس و زکات کا مال اٹھا کر پھر رہے ہوں گے ان سے کوئی وصول کرنے والا نہیں ہوگا اور حقیقت میں یہ روئے زمین پر نافذ ہونے والے عدل و انصاف کا طبیعی نتیجہ ہوگا۔ ظلم کی وجہ سے بہت سی برکات اٹھ جاتی ہیں قحط پڑتے ہیں زمینیں بنجر ہوجاتی ہیں درخت پھل نہیں دیتے ہیں جبکہ دورِ امامؑ میں کسی کو کسی پر ظلم کی گنجائش نہیں ہوگی اسی لئے وارد ہوا ہے کہ سونے کے زیورات سے لدی ہوئی ایک خاتون مشرق سے مغرب تک تنہا سفر کرے گی اور اسے کوئی بھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔

عدلِ الٰہی کی تنفیذ کا ایک طریقہ یہ بھی ہوگا کہ امامؑ نے لوگوں کے درمیان جو فیصلے فرمانے ہیں بعض روایات کی رو سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ان فیصلوں میں گواہوں کے محتاج نہیں ہوں گے جناب داؤدؑ اور سلیمانؑ والے فیصلے فرمائیں گے یعنی علمِ امامت سے حقیقت کا انکشاف کر کے اس کے مطابق فیصلہ فرمائیں گے جس کے نتیجے میں ظالم کو اپنے ظلم پر پردہ ڈالنے کی فرصت نہیں ملے گی اور نہ ہی جھوٹی گواہی کا سہارا لے سکے گا۔

صاحب البحار نے کمال الدین سے روایت نقل کی ہے کہ جب امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا تو :

فیبعث اللہ ریحا تنادی بلکل واد ھذا المھدی یقضی بقضاء داؤد وسلیمان لا یرید علیہ بینۃ (البحار ج۵۲ص۲۸۷)

پس اللہ تعالیٰ ہوا کو بھیجے گا جو ہر وادی میں ندا دے گی کہ یہ مھدیؑ ہے جو داؤدؑ اور سلیمانؑ کی طرح فیصلے فرمائے گا اور اسے فیصلہ کے لئے گواہوں کی ضرورت نہیں ہوگی۔

ظاہر ہے جونہی ظلم کا ارادہ رکھنے والوں تک یہ ندا پہنچے گی تو اللہ جانے کتنے ایسے لوگ اپنے ارادہ سے باز آجائیں گے اور جو ظلم کا ارتکاب کریں گے بھی تو سزا سے نہیں بچ سکیں گے اسی طرح امام مہدیؑ زمین خدا میں خلق خدا کو عدل خدا کا نمونہ دکھائیں گے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بقیہ: کردار سازی (حصہ دوم)

تو ان احادیث و آیات سے واضح ہوجاتا ہے کہ انسانی کردار انسان کی انسانیت کے لیے بہت ضروری ہے اور معنی رکھتا ہے لہٰذا انسان کو چاہیے کہ اگر وہ اپنے آپکو حیوانات سے افضل اور پھر انسانوں میں سے بھی افضل بنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلا اور اساسی نقطہ یہ ہے کہ وہ اپنے کردار کو کردار حسنہ میں ڈھالے اور اپنے آپکو کردار سیئہ سے بچائے۔جب ہر شخص ایسا کردار اپنائے گا کہ جس میں رضا پروردگار اور رسول عربی ص ہو تو معاشرہ جنت نظیر ہوگا اور ہر طرف سکون اور امن ہوگا کیوں کہ کردار سازی سے معاشرے اور قومیں سنورتی ہیں۔

نتیجہ

تو آیئے آج سے ہم سب یہ عھد کرتے ہیں کہ سب سے پہلے محاسبہ نفس کریں گے اور اسکے بعد معاشرہ میں کردار سازی کی اصلاحات نافذ کرنے کے عمل کو یقینی بنائیں گے تاکہ ہم اپنے پیارے آقا رحمت اللعالمین کی سیرت کو اپناتے ہوئے انکی خوشنودی حاصل کرسکیں اور رضاء پروردگار کے مصداق بن پائیں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کردار سازی

(حصہ دوم)

مولانا سید نقاش نقوی

(۲) : جبکہ اگر ہم اجتماعی کردار سا زی کی طرف متوجہ ہوں تو سب سے پہلے والدین اپنے بچوں کی تربیت صحیح معنوں میں اسلامی تعلیمات کے مطابق ہو کیوں کہ انہی بچوں سے مستقبل میں ایک معاشرہ قائم ہونا ہے انہی کا کردار معاشرے کو اچھا معاشرہ بنائے گا یا انکا کردار معاشرے کو برا معاشرہ بنائے گا۔لہٰذا اساتذہ ہوں یا علماء کرام ہوں یا یوں کہوں کہ جو بھی بچوں کا مربی ہو اسکو اس چیز کا خصوصی خیال رکھنا چاہیے کہ یہ بچے مستقبل کا معاشرہ ہیں اور معاشرے کی خوبصورتی اور بد صورتی آپکے ہاتھ میں ہے۔

شاعر نے کیا خوب کہا

وہ فیضان کرم تھا یا مکتب کی کرامت

سکھائے کس نے اسمٰعیل کوآداب فرزندی

اگر آج ہم اپنی قوم اپنے بچوں کے کردارسازی کی طرف متوجہ ہوئے تو ممکن ہے کہ آئندہ آنے والی نسلیں کراد سیئہ سے محفوظ رہ سکیں کہ جس سے ایک جنت نظیر معاشرہ کا قیام ممکن ہوگا اور یہ نسلیں ہمیں اچھے الفاظ سے یاد رکھے گی اور ہماری احسان مند ہوں گی۔

وہ کونسے ایسے اسباب ہیں کہ جن کو اختیار کرکے انسان کردار سازی سے دور ہوجاتا ہے۔

چند ایک مندرجہ ذیل ہیں

1. جھوٹ ۔ یہ ایک ایسا گناہ ہے کہ جس پر اللہ تعالی کی ذات نے قرآن میں لعنت کی ہے اور یہ سب گناہوں کی چابی بھی ہے اور اسکے نقصانوں میں سے سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ انسان کی معاشرہ میں عزت نہیں رہتی ہے لوگوں میں اعتماد اور بھروسہ کھو بیٹھتا ہے ۔

2. فریب ۔ اس بری عادت کا تعلق بھی جھوٹ سے ہی ہے کیوں کہ اس میں فریب اور دھوکا دینے والا اگلے بندے سے جھوٹ بولتا ہے اور اس جھوٹ سے اسے فریب اور دھوکا دیتا ہے اور اس سے اسکا نقصان یہ ہوتا ہے کہ وہ جو بھی کاروبار کرتا ہے اسے اس میں نقصان ہوگا کیوں کہ فریب اور دھوکے کو جہاں اسلام برا سمجھتا ہے وہاں معاشرہ بھی قبول نہیں کرتا اور دھوکا اور فریب دینے والے کی عزت نہیں رہتی معاشرے میں

3. ظلم ۔ جیسا بھی ہو چاہے کسی کو مارنے کی صورت میں ہو کسی کا حق کھانے کی صورت میں ہو جیسا بھی ہو نہ اسے اسلام اچھا سمجھتا ہے اور نہ کوئی بھی معاشرہ سب ظلم سے اور ظالم سے نفرت کرتے ہیں اور اسکو مجرم اور عاصی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

وہ اسباب کہ جس سے انسان کردار سازی یا خود سازی کر سکتا ہے

چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

انسان کو ایسا کردار اپنانا چاہیے یا دوسروں کو ایسے کردار کی طرف دعوت دینی چاہیے کہ جسے اللہ اور اسکا حبیب پسند فرمائے جیسا کہ غصہ پینا اور عفو درگزر کرنا نفرت کی بجائے محبت کا اظہار کرنا جیسا کہ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد رب العزت ہے

وَ اِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِاَحسَن مِنهَا اَو رُدُّوهَا اِنَّ اللّٰہَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيءٍ حَسِيبًا

اور جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر سلام کرو یا انہی الفاظ سے جواب دو، اللہ یقینا ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔(نساء۸۶)

کیوں کہ اس سے محبت بڑھتی ہے سلام کرنے اورجواب دینے سے لہٰذا ایک یہ بھی طریقہ ہے نفرت ختم اور محبت بڑھانے کااور تحیۃ و سلام کی رسم تو ہر قوم و ملت میں موجود ہے، لیکن دیگر اقوام میں سلام کا مفہوم یہ ہے کہ ایک حقیر شخص کسی کی بڑائی کے سامنے جھک جائے اور اس کی تعظیم کرے۔ لہٰذا ان اقوام میں کم درجہ رکھنے والوں پر فرض بنتا ہے کہ وہ بڑا درجہ رکھنے والوں کو سلام کریں اور یہی لوگ سلام میں پہل کریں۔

اسلام نے تحیۃ و تسلیم کے آداب میں اس قسم کی تمام تفریق کو مٹا کر اسے امن و سلامتی، صلح و آشتی اورمساوات و مؤاسات کا شعار قرار دیا۔ مثلاً کسی گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنے کے بلا تفریق درجات آداب بتائے:

فَاِذَا دَخَلتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلٰى اَنفُسِكُم تَحِيَّةً مِّن عِندِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً --- (۲۴ نور : ۶۱)

اور جب تم کسی گھر میں داخل ہو تو اپنے آپ پر سلام کیا کرو اللہ کی طرف سے بابرکت اور پاکیزہ تحیت کے طور پر۔

خود سرورکائنات ﷺ کے لیے یہ دستور ملا:

وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِينَ يُؤمِنُونَ بِاٰيٰتِنَا فَقُل سَلٰمٌ عَلَيكُم --- (۶ انعام : ۵۴)

اور جب آپ کے پاس ہماری آیات پر ایمان لانے والے لوگ آ جائیں تو ان سے کہیے: سلام علیکم ----

چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ سلام کرنے میں رسالتمآب ﷺ پر کوئی سبقت نہیں لے سکتا تھا۔

اس آیت میں آداب سلام یہ بتایا ہے کہ اگر کوئی سلام کرے تو جواب سلام بہتر انداز میں دو۔ مثلاً سلام کرنے والا سلام علیکم کہدے تو جواب میں وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ کہو اور انہی الفاظ میں جواب دینا تو واجب ہے ۔

سلام کرنا مستحب ہے۔ سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ جب کہ بہتر انداز میں جواب دینا مستحسن ہے۔ کسی نے اگر حالت نماز میں سلام کیا تو بھی جواب سلام واجب ہے۔

احادیث

رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے:

السَّلَامُ تَطَوُّعٌ وَ الرَّدُّ فَرِيضَةٌ ۔ (اصول الکافی ۲:۶۴۴)

سلام کرنا مستحب ہے اور جواب واجب ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

يُسَلِّمُ الصَّغِيرُ عَلَى الْكَبِيرِ وَ الْمَارُّ عَلَى الْقَاعِدِ، وَ الْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ ۔ (اصول الکافی ۲:۶۴۶)

چھوٹے بڑوں کو، راہ گیر بیٹھے ہوئے لوگوں کو اور تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔

دوسری روایت میں فرمایا:

يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِي وَ الْمَاشِي عَلَى الْقَاعِدِ وَ اِذَا لَقِيَتْ جَمَاعَةٌ جَمَاعَةً سَلَّمَ الْاَقَلُّ عَلَى الْاَكْثَرِ وَ اِذَا لَقِيَ وَاحِدٌ جَمَاعَةً سَلَّمَ الْوَاحِدُ عَلَى الْجَمَاعَةِ ۔ (اصول الکافی ۲:۶۴۷)

سوار پیدل کو، چلنے والا بیٹھے ہوئے کو، اگر ایک جماعت دوسری جماعت سے ملاقات کرے تو تھوڑے زیادہ کو اور ایک شخص جماعت کو سلام کرے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک اور روایت میں آیا ہے:

لِلْمُسْلِمِ عَلَى اَخِيهِ مِنَ الْحَقِّ اَنْ يُسَلِّمَ عَلَيْهِ اِذَا لَقِيَهُ وَ يَعُودَهُ اِذَا مَرِضَ وَ يَنْصَحَ لَهُ اِذَا غَابَ وَ يُسَمِّتَهُ اِذَا عَطَسَ يَقُولَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ يَقُولَ لَهُ يَرْحَمُكَ الله --- (اصول الکافی ۲:۶۵۳ باب العطاس و التسمیت)

مسلمان کے لیے اپنے بھائی کے ذمے حق عائد ہوتا کہ وہ ملاقات کے وقت اس پر سلام کرے، بیماری کی صورت میں عیادت کرے، غیر حاضری میں بھی مخلص رہے، جب چھینک آئے تو اس کو دعا دے (خود چھینکنے والا) الحمد اللہ رب العالمین کہے اور دوسرا یرحمك اللہ کہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ یغفرک اللہ کہدے

پھر ارشاد رب العزت ہوا

(اِنَّ اللّٰہَ یَامُرُ بِالعَدلِ وَ الاِحسَانِ) سورہ نحل ۹۰

یعنی بیشک اللہ رب العزت عدل و احسان کا حکم دیتا ہے

۱۔ اِنَّ اللّٰہَ یَامُرُ بِالعَدلِ--- انسانی زندگی کی سعادتمندی کا انحصار ایک اچھے معاشرے پر ہے۔ ایک فاسد معاشرے میں کسی فرد کے لیے کامیابی حاصل کرنا بہت مشکل ہے اور معاشرے کی درستی عدالت پر منحصر ہے۔ عدالت ہی کے زیر سایہ انسان امن و سکون کی زندگی گزار سکتا ہے، صلاحیتوں کو بروئے

کار لایا جا سکتا ہے اور فکری نشوونما اور باہمی محبت و آشتی کو فروغ ملتا ہے۔

عدالت کی تعریف مساوات سے کی جاتی ہے لیکن مساوات کا مطلب مشابہ نہیں ہے کہ ہر ایک کو ایک جیسا حق ملے بلکہ مساوات کا مطلب ہے: اعطاء کل ذی حق حقہ ۔ ہر صاحب حق کو اس کا حق دیا جائے۔

مثلًا ہر طالب علم کو اس کی لیاقت کے مطابق نمبر دیے جائیں۔ لائق اور نالائق دونوں کو ایک جیسے نمبر دینا عدالت نہیں ، ظلم ہے۔ مساوات یہ نہیں کہ بوڑھے اور بچے دونوں کو ایک جیسا حق دیا جائے بلکہ مساوات اور عدالت یہ ہے کہ بوڑھے اور بچے میں سے ہر ایک کو اپنا اپنا حق دیا جائے۔کچھ لوگ عدالت کی تعریف اس طرح کرتے ہیں: عدالت یہ ہے کہ لوگوں کے حقوق میں توازن قائم کیا جائے۔

یہ تعریف عدالت کے نتیجے کی ہے خود عدالت کی نہیں کیونکہ ہر صاحب حق کو اس کا حق دینے سے معاشرے میں توازن قائم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا عدالت کے قیام کے نتیجے میں معاشرے میں توازن آ جاتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام عدل کی تعریف میں فرماتے ہیں:

وَ الْعَدْلُ سَائِسٌ عَامٌ ۔۔۔۔ (نہج البلاغۃ، کلمات قصار :۴۳۷)

اور عدل سب کی نگہداشت کرنے والا ہے۔

جس کے تحت ہر طبقہ اور ہر مذہب کے لوگوں کو تمام انسانی حقوق میسر آتے ہیں۔

عدالت اور آدائے امانت کو اسلام انسان کے بنیادی حقوق کے طور پر تسلیم کرتا ہے۔ یہ مسلم و غیر مسلم سب کا حق ہے چنانچہ فرمایا:

قوّٰمِینَ لِلّٰہِ شُہَدَآءَ بِالقِسطِ وَ لَا یَجرِمَنَّکُم شَنَاٰنُ قَومٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعدِلُوا ؕ اِعدِلُوا ۟ ہُوَ اَقرَبُ لِلتَّقوٰی ۔۔۔۔ (۵ مائدہ: ۸)

اللہ کے لیے بھرپور قیام کرنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہاری بے انصافی کا سبب نہ بنے، (ہر حال میں) عدل کرو! یہی تقویٰ کے قریب ترین ہے۔۔۔۔

۲۔ وَ الاِحسَانِ: احسان۔ انسان کی تین حالتیں ہو سکتی ہے:

اول: وہ دوسروں کے ساتھ عدل و انصاف کے ساتھ پیش آ رہا ہو گا۔

دوم: وہ دوسروں پر ظلم و زیادتی کر رہا ہو گا۔

سوم: وہ دوسروں پر احسان کر رہا ہو گا۔

اس آیت میں جہاں عدل و انصاف کا حکم ہے وہاں احسان کا بھی حکم ہے۔ عدل یہ ہے کہ کسی نے آپ پر ظلم کیا ہے تو اس کا بدلہ لیں۔ احسان یہ ہے بدلہ لینے سے باز آجائیں اور توبہ و معذرت کی صورت میں اسے معاف کریں۔ عدل یہ ہے کہ اگر کسی نے آپ سے قرض لیا ہے تو اپنا قرض وصول کریں۔ احسان یہ ہے کہ مقروض کے نادار ہونے کی صورت میں اسے معاف کر دیں۔ عدل سے معاشرہ ظلم و زیادتی سے پاک ہو جاتا ہے تواحسان سے معاشرے میں انسانی قدریں زندہ ہوتی ہیں۔ عدل سے معاشرے میں امن قائم ہوتا ہے تو احسان سے معاشرے میں حلاوت اور شیرینی پیدا ہوتی ہے۔ ظلم کے مارے لوگوں کے لیے جہاں عدل کی ضرورت ہے وہاں حالات و گردش ایام کے مارے لوگوں کو احسان کی ضرورت ہے۔

اسیطرح لوگوں سے اخلاق سے پیش آئیں جیساکہ ارشاد قدرت ہے

وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیم

اور بے شک آپ اخلاق کے عظیم مرتبے پر فائز ہیں۔

اچھا اخلاق، اعلیٰ نفسیات کا مالک ہونے کی علامت ہے اور فکر و عقل میں اعلیٰ توازن رکھنے والا ہی اعلیٰ نفسیات کا مالک ہوتا ہے۔ خلق عظیم کا مالک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ عقل عظیم کا مالک ہے۔ اس طرح مخلوق اول، عقل ہو یا نور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، بات ایک ہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت ہے

اِنَّمَا بُعْثِتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔ (مستدرک الوسائل ۱۱: ۱۸۷)

میں اخلاق حمیدہ کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔

لہٰذا جو ذات اخلاق حمیدہ کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوئی ہے وہ خود اخلاق حمیدہ ہی کی تکمیل کا مظہر نہ ہو گی بلکہ الٰہی اخلاق کا بھی مظہر ہو گی۔

اسیطرح رسالمآب ص نے فرمایا

(ماشئی اثقل فی المیزان من خلق حسن) الترمذی ۶۲۶\۶

روز قیامت کوئی شئی اخلاق سے بڑھ کروزنی اقر سنگین نہیں ہوگی

۔۔۔۔۔بقیہ ص ۱۶ پر ملاحظہ فرمائیں ۔۔۔۔۔۔

امام علی علیہ السلام کا ارشاد ہے (حسن الخلق راس کل بر) ہر نیکی کی اصل بہترین اخلاق ہے(عیون الحکم والمواعظ ۲۲۷)

مرجع عالی قدر دام ظلہ سے پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات

ترتیب: مولانا محمد مجتبیٰ نجفی

سوال: کیا غیبت کبریٰ کے زمانے میں امام مہدی علیہ السلام کی زیارت کرنا ممکن ہے ،اور کیا کسی نے غیبت کبریٰ میں ان کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے یا نہیں ،خاص طور پر اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ روایات میں موجود ہے کہ جو شخص بھی ان کی زیارت کا دعویٰ کرے اس کو جھوٹا سمجھا جائے ؟

جواب :اس مقام پر بہت سے افراد کو یہ اشتباہ ہوا ہے کیونکہ جس روایت میں امام علیہ السلام کی زیارت کے دعویدار کو جھٹلانے کا حکم ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں امام علیہ السلام سے ملا ہوں اور میں ان کا نمائندہ یا ان کا سفیر یا ان کا ایلچی ہوں تو اس موقع پر ثابت ہے کہ اس شخص کو جھٹلایا جائے، اور اس شخص کو جھٹلانے کا حکم خود امام علیہ السلام نے دیا ہے، ہاں البتہ کسی بھی شخص کو امام علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل ہو سکتا ہے ،یہ چیز قطعاً ممکن ہے اور جس شخص کو یہ شرف حاصل ہو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ لوگوں کو بتاتا پھرے۔

سوال: جو شخص امام الحجۃ علیہ السلام کی ولادت کا انکار کرے شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: وہ ضروریاتِ مذہب میں سے ایک ضروری امر کا منکر ہے وہ شیعہ اثناعشری نہیں کہلائے گا، لیکن اس پر کفر یا اس کے نجس ہونے کا حکم نہیں لگے گا۔

سوال : حدیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: "من مات و لم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ"یعنی جو بھی اپنے زمانہ کے امام کی معرفت کے بغیر مرگیا وہ جاہلیت کی موت مرا

اس حدیث کی رو سے جو شخص امام علیہ السلام کے وجود کا انکار کرے کیا اس پر کفر کا حکم لگایا جا سکتا ہے ؟

جواب : وہ شخص مذہب شیعہ اثنا عشریہ سے خارج ہے، جیسا کہ گزشتہ جوابات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے

سوال: من انکر حدیث المھدي عجل اللہ فرجہ الشریف فقد کفر۔ یعنی جس نے بھی امام مھدی علیہ السلام کے بارے میں انکار کیا اس نے کفر کیا آپ کے نزدیک کیا یہ حدیث مستند ہے اور اس حدیث میں کفر سے کیا مراد ہے ؟

جواب : پہلی بات تو یہ ہے کہ اس روایت کی سند میں ایک جہت سے اشکال ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر اس کی سند ثابت بھی ہو جائے تب بھی یہاں کفر سے مراد انکارِ امامت ہے۔ جیسا کہ حدیث من مات و لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ یعنی جو بھی اپنے وقت کے امام کی معرفت کے بغیر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ پس اس حدیث میں جاہلیت سے مراد یہ نہیں کہ وہ کافر مرا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ گمراہ ہے اس کا نہ کوئی ہادی و رہنما ہے اور نہ ہی دنیا وآخرت میں اس کا کوئی مدد گار ہو گا ، اور میں کہہ چکا ہوں کہ جو امام المنتظر عجل اللہ فرجہ الشریف کے وجود کا انکار کرتا ہے، میں اس پر کافر ہونے کا حکم نہیں لگاتا بلکہ وہ شخص مذہب جعفریہ سے خارج ہے۔

سوال: کیا امام الحجۃ عجل اللہ فرجہ کے ظہور کی بڑی بڑی علامات ظاہر ہو چکیں ہیں اور کیا یہ زمانہ امام علیہ السلام کے ظہور کا زمانہ ہے ؟

جواب: علماء نے امام علیہ السلام کے ظہور کی علامات کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے،پہلی قسم حتمی علامات ہیں اور دوسری قسم غیر حتمی علامات ہیں ۔ حتمی علامات کے ظاہر ہونے کے بعد امام علیہ السلام اس ظاہری دنیا میں حتماً تشریف لائیں گے، لیکن غیر حتمی علامات کے ظاہر ہونے کے بعد ضروری نہیں کہ امام علیہ السلام کا ظہور ہو، اور تقریباً سبھی غیر حتمی علامات ظاہر ہو چکی ہیں البتہ جو حتمی علامات ہیں ان میں سے اب تک کوئی بھی ظاہر نہیں ہوئی اور یہ کہ امام علیہ السلام کے ظہور کا زمانہ کون سا ہو گا اس بارے میں معصوم فرماتے ہیں›› کَذَّب الوقاتون یعنی جو امام کے ظہور کے وقت کی تعیین کرے اس کو جھٹلایا جائے۔

سوال: کیا یہ درست ہے کہ امام اپنی پیدائش ہی سے امام ہوتا ہے ،لیکن اس کے لیے پہلے امام کی زندگی میں امورِ امامت کا سنبھالنا ،ان میں دخل دینا اور امامت کا اعلان کرنا جائز نہیں ہے ؟

جواب : ہرامام کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے سے پہلے امام کی اطاعت کرے اور امامِ سابق جس طرح باقی لوگوں کے لیے امام ہوتا ہے ،اسی طرح اپنے امام بیٹے اور اس کے امام بیٹے کے لیے بھی امام ہو تا ہے مثلاً امیرالمؤمنین علیہ السلام جیسے باقی تمام لوگوں کے لیے امام ہیں اسی طرح اپنے دونوں امام بیٹوں امام حسن و حسین علیہما السلام کے لیے بھی امام ہیں۔

سوال : دعائے عہد میں قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ مذکور ہے(ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاس) سورۃ روم آیت ۴۱ ۔ (ترجمہ آیت: لوگوں کے اپنے اعمال کے باعث خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا)

یہاں الْبَحْر (تری) سے کیا مراد ہے ؟

جواب : یہاں اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ سمندر کے اندر بھی انسان رہتے ہیں، بلکہ اس سے مراد یہ ہے زمین کے بہت سے حصے خشکی کے ذریعے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ ان کو (البرّ) سے تعبیر کیا گیا ہے اور بہت سے لوگ ایسے ہیں جو سمندر ی جزیروں میں رہتے ہیں، جن کے ارد گرد سارا پانی ہی پانی ہوتا ہے ان جزیروں کو (البحر) سے تعبیر کیا گیا ہے۔

سوال: روایات میں ہے کہ ا مام الحجۃ عجل اللہ فرجہ امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے انتقام لیں گے پس یہ قاتلانِ حسین علیہ السلام زمانہ ظہو ر میں کہاں ہوں گے؟

جواب : رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ جو شخص کسی کے فعل پر راضی ہو یا فعل کرنے والے کے کردار کو پسند کرے، خداوند ِعالم اس شخص کواس فعل کے کرنے والے کے ساتھ محشور کرے گا ۔اسی بناء پرقرآن میں ان یہودیوں کو جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں موجودتھے سابقہ نبیوں کا قاتل قرار دیا گیا ہے، کیونکہ یہ یہودی اُن یہودیوں کے قول و فعل پر راضی تھے جنھوں نے سابقہ انبیاء کو قتل کیا تھا۔اسی طرح وہ لوگ جو قاتلانِ امام حسین علیہ السلام کے کردارو فعل پر راضی ہوں گے ان کو قاتلانِ امام حسین میں شمار کیا جائے گا،پس ان کو امام زمانہ علیہ السلام کے حکم سے واصل جہنم کر دیا جائے گا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ قاتلان امام حسین علیہ السلام کو دوبارہ رجعت کے ذریعے زندہ کرکے قتل کریں۔

سوال : زمانہ غیبت میں ہماری کیا ذمہ داری ہے خصوصاً ان دنوں میں جبکہ پوری دنیا فتنہ انگیزیوں سے بھر چکی ہے ؟

جواب : اس بات کی طرف میں پہلے اشارہ کر چکا ہوں کہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم دین اور تقویٰ کو اختیار کریں خصوصاً ہم دینی طلباء کے لیے ضروری ہے کہ دین اور تقویٰ کو اپنا شعار بنائیں اور لوگوں کو اس کی طرف ترغیب دیں، اور صراطِ مستقیم کی طرف ان کی رہنمائی کریں، اور اپنے انفرادی اور اجتماعی معاملات کو اسلام کی رُو سے انجام دیں۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ امام علیہ السلام کے اصحاب کی تعداد اصحاب ِبدر کے برابر ہو گی کیا یہ تعداد ان کے لشکر کے قائدین کی ہے یا امام علیہ السلام کے کل ساتھیوں کی تعداد اتنی ہو گی ؟

جواب : میں نہیں سمجھتا کہ امام علیہ السلام کے ساتھیوں کی تعداد فقط تین سو تیرہ ہو کیونکہ یہ بات عقل قبول نہیں کرتی ،جبکہ ہم جانتے ہیں کہ امام علیہ السلام پوری زمین کو قوت اور تلوار کے ذریعے عدل وانصاف سے پُر کر دیں گے، ہو سکتا ہے کہ یہ تین سو تیرہ افراد، امام علیہ السلام کی فوج کے جرنیل یا قائد ہوں یا جیسا کہ جدید تعبیر کے مطابق کہا جاسکتا ہے کہ یہ تین سو تیرہ افراد امام علیہ السلام کی پارلیمنٹ میں شامل ہوں گے۔

حجۃ الاسلام شیخ علی نجفی دام عزہ افریقی ممالک سے تعلق رکھنے والے طلاب کرام کی خدمت میں

مرجع مسلمین و جہانِ تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف کے فرزند اور مرکزی دفتر کے مدیر حجۃ الاسلام شیخ علی نجفی دام عزہ نے نجف اشرف میں زیر تعلیم افریقی ممالک کے طلاب کرام سے ملاقات کی، انہوں نے حوزہ علمیہ نجف اشرف کی روشن تاریخ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حوزہ علمیہ نجف اشرف پوری دنیا کے تمام حوزوں کی اصل ہے اور جسطرح اس حوزہ علمیہ نے اپنی پوری تاریخ میں مراجع کرام پیدا کئے ہیں اسی طرح اس نے پوری دنیا کو بے مثل مفکرین بھی دیئے ہیں کہ جو حقیقی اسلام محمدی کہ جو اہلبیت علیہم السلام کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے اسے پوری دنیا میں نشر کیا ہے اور کر رہے ہیں۔

انہوں نے مزید بیان کیا کہ نجف اشرف کے دروازے ہمیشہ انکے لئے کھلے ہیں کہ جو یہاں علم حاصل کرکے خود کو منور کرنا چاہتے ہیں انہوں نے مذکورہ طالبعلموں کی صحت و سلامتی کے ساتھ ساتھ وہ اپنے اس نیک مقصد میں کامیاب ہوں کے لئے بارگاہ ایزدی سے دعائیں فرمائی۔

مرجع عالی قدر دام ظلہ الوارف کی خدمت میں حجۃ الاسلام سید عمار الحکیم دام عزہ

مرجع مسلمین و جہانِ تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف نے مرکزی دفتر نجف اشرف میں زیارت کو بحرین سے آئے مؤمنین کے وفد سے اپنی پدرانہ نصیحتوں اور ضروری ارشادات میں فرمایا کہ مؤمنین کے لئے لازمی ہے کہ دین اور حلال و حرام کی معرفت حاصل کریں اور محرمات سے خود کو دور رکھیں۔

مرجع عالی قدر دام ظلہ الوارف نے مزید بیان کیا کہ اسلامی معاشرے کو چاہئے کہ فرد اور معاشرے میں اصلاح، بُری عادتوں کو ترک کرنے اور مثبت عادات کو فروغ دیکر خود کو مزید بہتر کرنے کی ہر ممکنہ کوشش کریں۔ انہوں نے مزید بیان کیا کہ مقامات مقدسہ اور عتبات عالیات کی زیارات مومن کے لئے مثبت کی جانب تغیر و تبدیلی کے لئے بہترین ذریعہ ہے اس لئے ان زیارتوں کو غنیمت سمجھتے ہوئے پہلے اپنے نفس میں پھر اسکے بعد اپنے اہل وعیال اور معاشرے میں مثبت تبدیلی کو یقینی بنائیں تاکہ تقوی و تقرب الہی کا حصول ہوسکے۔

مرجع عالی قدر دام ظلہ الوارف کی خدمت میں عراق کے وزیر برائے تعمیر نو وہاؤسنگ اور امور عامہ

مرجع مسلمین و جہانِ تشیّع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف نے مرکزی دفتر نجف اشرف میں ملاقات کو آئے عراق کے مرکزی وزیر برائے تعمیر نو وہاؤسنگ اور امور عامہ بنگین ریگانی اور انکے وفد سے اپنے خطاب میں فرزندان عراق کہ جس میں تمام اقوام و مذاہب و فرقے شامل ہیں کی خدمت بغیر کسی تمیز اور اخلاص کے ساتھ انجام دینے پر تاکید فرمائی۔

مرجع عالی قدر دام ظلہ الوارف نے اپنے خطاب میں کرپشن کے خاتمے پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ اسلام ہر کرپٹ شخص اور کرپٹ سیاسی پارٹی سے بری ہے اسلئے ہر عہدیدار کے لئے لازمی ہے کہ وہ کرپشن کے خاتمے کو یقینی بنائے۔ انہوں نے عراقی مصنوعات اور عراقی مہارت کو مزید تقویت پہنچانے پر زور دیتے ہوئے مذکورہ وزیر کو نصیحت کی کہ عراق کی بنیاد و اساس کو مضبوط کیا جائے۔

مرجع عالی قدر دام ظلہ الوارف نے شدید افسوس و تکلیف کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ فرزندان عراق ادنی خدمات سے محروم ہیں اور حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ شریف گھرانوں کو سر ڈھکنے کے لئے چھت نہیں ہے اسلئے حکومت پر لازمی ہے کہ معاشرے سے اس مصیبت کو دور کرنے کی مخلص کوشش کرے۔

مرجع عالی قدر دام ظلہ الوارف نے وزیر کو انکی وزارت کی جانب سے محتاجوں اور ضرورتمندوں کو مفت میں زمین فراہم کرنے کی پیش کش پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے جلد از جلد اس خدمت کو مستحقین تک پہنچانے کی نصیحت کی۔

اپنی جانب سے موصوف وزیر نے اپنی وزارت کے اعمال و انکی جانب سے کی جارہی جد و جہد اور خدمات کو مرجع عالی قدر دام ظلہ الوارف کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے انکی نصیحتوں پر انکا شکریہ ادا کیا اور نصیحتوں کی پابندی کے عزم کا اظہار کیا۔

مرجع عالی قدر دام ظلہ الوارف کی خدمت میں مختلف ادیان و مذاہب کے پیروکاروں کا مشترکہ وفد

مرجع مسلمین و جہانِ تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف نے مرکزی دفتر نجف اشرف میں ملاقات کو آئے مختلف ادیان ومذاہب کے پیروکاروں پر مشتمل وفد سے اپنے خطاب میں فرمایا کہ ملکوں کا احترام ،اسکی وحدت اور استقرار کی پاسداری عقلمند انسان کا شیوا ہے اور اسلام اس مشترکہ پُرامن زندگی گذارنے کو بڑھاوا دیتا ہے کہ جس میں احترام، محبت اور بھائی چارگی کی فضا عام ہو۔

مصر سے آئے ہوئے ”تقریب بین المذاہب اسلامیہ کی عالمی کونسل،اعتدال پسند علمائے کرام اور عالمی صحافت“ کے مشترکہ وفد سے حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی اپنے گورنر جناب مالک اشتر رح کو کی گئی نصیحت کہ جسمیں حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا کہ ”لوگ دو طرح کے ہیں ایک تمہارا دینی بھائی ہے اور دوسرا انسانیت میں تمہارا شریک ہے“ کو ابدی خوش بختی کے حصول اور مشترکہ پُرامن زندگی گذارنے کے چلن کو فروغ دینے کے لئے دستور و قانون کے طور پر استعمال کرنے کی دعوت دی اسلئے کہ یہ نصیحت عظیم و اپنے اندر گرانقدر معانی ومفاہیم پنہاں کئے ہوئے ہے۔

مرجع مسلمین وجہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ

الحاج حافظ بشیر حسین نجفی

دام ظلہ الوارف

ہم قیامت کے دن امام مہدی علیہ السلام کی قیادت میں محشور ہوں گے اور ہم انہی کی رعیت میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور ہم تمام مؤمنین انہی کی برکت اور دعا کے صدقہ میں مسلمان ہیں اور اللہ پر ایمان رکھتے ہیں بلکہ انہی کی برکت سے زمانے کو رزق ملتا ہے اور انہی کے صدقے زمین و آسمان قائم ہیں۔

سالانہ ممبر شپ 300 روپے

مرکزی ایڈریس:

امیر المؤمنین علیہ السلام ٹرسٹ ، صدر مقام باٹا پور، نزد گیٹ نمبر 2، باٹا فیکٹری لاہور پاکستان